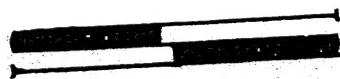


کلام الملوک ملوک الکلام

اِنَّ سِرَّ الْاَسْرَارِ مِنْ سِرِّ سِرِّي ۝ كَتَبْتِي رَاحَتِي وَبَسْطِي مُدَامِي



تصنیف مینف

سلطان الاولیاء سید الاصفیاء محبوب خاتم الانبیاء
 صاحب سر الامراء کبیر الابرار غافر الاوزار تریاق الاغیار وارث نبی المختار
 ہیکل صمدانی، قندیل نورانی صاحب اشارات معانی نیشیغ علی لقا و جزیلانی
 رضی اللہ عنہ وارضاه عنہ

— (پیش کش) —

ابوالفضل سید محمود قادری

بانی و صدر نشین معارف اسلامیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

حیدر آباد - آندھرا پردیش

تصنيف كنزده: سلطان الاولياء وارش خاتم الانبياء حضرت سيدنا شيخ عبد القادر جيلاني رضي

تعارف کنندہ: بار اولیٰ حضرت الحاج میر بہادر علی اقبال صاحب اسسٹنٹ انجینئر محمد تعلیمات امکہ و شولاج حیدر آباد
اشاعت کنندہ: بار اولیٰ معارف اسلامیہ ٹرسٹ (حیدر آباد) حیدر آباد دہلی، ۱۰ جون ۱۹۸۹ء

تعداد اشاعت: ایک ہزار (۱۰۰۰)

کتابت: سید منظور محی الدین کلیانوی - شاہ گنج محلہ قطب عالم ۱۵۷۶-۱۰۷۳-۳۵۰۲۵ H.N.
سرورق: محمد نعیم صابری (مونس الخطاط) جمال آرکٹ - فرسٹ فلور - حصہ بازار حیدر آباد

معدیہ کتاب :- پندرہ روپے Rs: 15/=

ناشر :- ابو الفضل سید محمود قادری (موظف شش منج و بانی و مدیر معارف اسلامیہ سوسائٹی حیدر آباد)

حشرِ ملنے کے پتے

- (۱) دیوڑھی مووی سید محمود صاحب نمبر (۱۶۵-۷-۲۰) فتح دروازہ- حیدرآباد (۵۰۵۲۶۵) پہلی
(۲) حسامی بک ڈپو چار کمان حیدرآباد (۳) مینار بک ڈپو چار کمان حیدرآباد-
(۴) نیشنل بک ڈپو چار کمان حیدرآباد (۵) مکمر شیل بک ڈپو چار مینار حیدرآباد-
(۶) اسٹوڈنٹس بک ڈپو چار مینار حیدرآباد (۷) مکتبہ القلم عقب سبھی چوک حیدرآباد-
(۸) مکتبہ انوار مصطفیٰ شاہ علی بندہ حیدرآباد (۹) الیاس ریڈرس شاہ علی بندہ حیدرآباد-
(۱۰) تاج بک ایجنسی چوک مرغیان حیدرآباد (۱۱)

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
۶۲	فصل یارہویں - فقہاء کے بیان میں	۱۴	۴	۱ بیش لفظ از ابو الفضل سید محمود قادری
۶۷	فصل تیرہویں - طہارت کے بیان میں	۱۵	۶	۲ دیباچہ و مقدمہ از شیخ عبد القادر جیلانی
۶۸	فصل چودھویں - نماز شریعت و طہارت کے بیان میں	۱۶	۱۶	۳ فصل اول انسان کے اصلی وطن کی طرف
۷۱	فصل پندرہویں - عالم تجریدی میں طہارت معرفت کے بیان میں	۱۷	۲۰	رجوع ہونے کے بیان میں
۷۳	فصل سولہویں - زکوٰۃ شریعت و طہارت کے بیان میں	۱۸	۲۱	۴ فصل دوم سری: انسان کو اسفل ترین
۷۵	فصل سترہویں - روزہ شریعت و طہارت کے بیان میں	۱۹	۲۲	حالت کی طرف پھیر دینے کے بیان میں
۷۷	فصل اٹھارہویں - حج شریعت و طہارت کے بیان میں	۲۰	۲۳	۵ فصل تیسری: جسموں میں ارواح کے قہر کے
۸۱	فصل انیسویں - وجہ اور صفائی کے بیان میں	۲۱	۲۴	بیان میں
۸۵	فصل بیسویں - خلوت اور گوشہ نشینی کے بیان میں	۲۲	۲۵	۶ فصل چوتھی: علوم کے اعداد کے بیان میں
۸۸	فصل اکیسویں - اوراد اور خلوت کے بیان میں	۲۳	۲۶	۷ فصل پانچویں: توبہ اور تلقین کے بیان میں
۹۱	فصل بائیسویں - خواب اور انگوٹھ کے بیان میں	۲۴	۲۷	۸ فصل چھٹی: تصوف کے بیان میں
۱۰۱	فصل بیسویں - اہل تصوف کے بیان میں	۲۵	۲۸	۹ فصل ساتویں: اذکار کے بیان میں
۱۰۵	فصل چوبیسویں - خاتمہ کے بیان میں	۲۶	۲۹	۱۰ فصل آٹھویں: شرائط ذکر کے بیان میں
	(واردات، انوارات، لطائف و حالات عوالم و ردائیرہ نفس)	۲۷	۳۰	۱۱ فصل نویں: دیدار الہی کے بیان میں
	ضمیمہ (تذکرہ خاندانی سید عبد القادر جیلانی)	۲۸	۳۱	۱۲ فصل دسویں: پردہ ہائے تاریکی و نورانی کے
	مرتبہ الحان سید سید علی اقبال صفا	۲۹	۳۲	بیان میں
		۳۰	۳۳	۱۳ فصل گیارہویں: سعاد و شقاوت کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

پیش لفظ

سرالاسرار۔ حضرت شیخ الشیوخ صاحب اشارات والمعانی
 سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصوف میں نایاب و لا جواب
 تصنیف منیف "کلام الملوک ملوک الکلام" کے مصداق ہے۔ مکتبہ
 المدینۃ القادریہ العامہ بغداد باب الشیخ الحکیم القادریہ میں یہ مخطوط محفوظ
 رہنے کی نشاندہی پر اس وابستہ دامن غوثیتے متولی الاوقاف القادریہ حضرت
 پیر سید یوسف الکیلانی سے استدعا کی کہ اس کی زیر کس کا پی مرحمت فرمائی جائے
 تاکہ اس کو بنظر افادہ عام منظر عام پر لایا جائے۔ حضرت موصوف نے پندرہ روز
 اندر ہی اس مخطوط کی زیر کس کا پی اکسپریس پارسل سے روانہ فرمائی جس کے بعد یہ اردو
 ترجمہ کے ساتھ ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ میں ماہ جون ۱۹۸۹ء میں زیر طبعیت سے
 مزین ہو کر جلوہ گر ہوئی۔ سیدھی جانب کے کالم میں اصل کتاب بزبان عربی اور
 اس کے محاذی بائیں جانب کے کالم میں اس کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا تاکہ ارباب
 علم و فضل اطمینان کر لیں کہ ترجمہ عربی عبارت کے مطابق ہے کوئی کمی بیشی یا
 تحریف نہیں کی گئی۔ بحمد اللہ سب نے اس کو نظر تحسین سے دیکھا اور نہایت
 گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ چنانچہ قلیل مدت میں تمام کتابوں
 کی نکاسی ہو گئی۔

اب جب کہ اس کا ایک نسخہ بھی نہ رہا تو مختلف مقامات سے اس

کتاب کے مطالبہ ہونے لگے۔ اس نوبت پر خیال ہوا کہ چونکہ قارئین کی غالب تعداد اردو دان اصحاب کی ہے لہذا اس دفعہ صرف اردو ترجمہ شائع کیا جائے جس سے کتاب کی فحاشیت بھی کم اور قیمت بھی کم ہو جائے گی۔ چنانچہ اس شکل میں ملاحظہ میں پیش ہے۔

اصل کتاب کے ترجمے کے آخر میں ایک ضمیمہ جو سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خاندانی تذکرہ پر مشتمل ہے جسے جناب الحاج میر بہادر علی اقبال صاحب (اسسٹنٹ انجینئر محکمہ تعمیرات اکنہ و شوالہ حیدرآباد) نے بعد تحقیق مرتب کیا تھا شامل کتاب کیا گیا۔

حضور کے حالات میں بہجۃ الاسرار اور قلائد الجواہر مستند درجہ رکھتی ہیں اور آپ کے نسب کے تعلق سے حجۃ البیضانی رد اہل الطغی جس میں دوسو سے زائد کتابوں کا حوالہ ہے آپ کے ازواجِ مطہرات اور اولادِ امجاد (ذکور و ناث) کے اسمائے گرامی مع تعداد نہیں ملتے بمصدقہ اق من جَدِّ وَ جَدَّ اور لَیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى وَاِنْ سَعَى سَوْفَ یُرِیْ اَقْبَالَ صاحب کی جستجو و تحقیق نے یہ ہم بھی سرگردی جزا کا اللہ خیر الْجَنَّا ع۔

صدر نشین ٹرسٹ

ابوالفضل سید محمود قادری

دیوبند می سید محمود نمبر ۱۶۵-۶-۲۵

اندرون فتح دروازہ حیدرآباد اپریل ۱۹۵۵ء کو موقوف ڈسٹرکٹ رنج

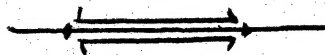
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دِیَا چھا

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس نے درجات کو عبادت گزاروں کے لئے اور مراتب قرب عارفوں کے لئے محفوظ فرمائے ہیں۔ طالب علموں میں سے کسی نے ہم سے التماس کی کہ اس (علم) کی خاطر ایک کافی وافی نسخہ (کتاب یا رسالہ) اس موضوع پر جمع کرے۔ چنانچہ ہم نے اس کی مراد یہ مختصر رسالہ میں جمع کیا (لکھا یا لکھوایا) جو نہ صرف اس کے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی نہایت کافی اور تسلی بخش ہے اور اس کا نام ”سیر الاسرار“ رکھا کیوں کہ ہم نے اس میں ان مسائل شریعت، طریقت اور حقیقت پر روشنی ڈالی ہے جن کی عموماً جستجو رہتی ہے۔ رسالہ ہذا کلمہ طیبہ (یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ) (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چوبیس حروف اور دن رات کی چوبیس گھڑیوں کی تعداد کے مطابق ایک مقدمہ اور چوبیس فصلوں پر مشتمل ہے۔ (مقدمہ) اس میں ابتداءً خلق کا بیان ہے۔

(فصول) (پہلی فصل) انسان کا اپنے اصلی وطن کی طرف رجوع کرنے کے بیان میں۔

(دوسری فصل) انسان کو اسفل ترین حالت کی طرف پھیر دینے کے

بیان میں (تیسری فصل) اجسام میں روحوں کے تصرفات کے بیان میں (چوتھی فصل) علوم کے بیان (پانچویں فصل) توبہ اور توفیق کے بیان میں (چھٹی فصل) تصوف کے بیان میں (ساتویں فصل) اذکار کے بیان میں (آٹھویں فصل) شہادت ذکر کے بیان میں (نویں فصل) اللہ تعالیٰ کے دیدار کے بیان میں (دسویں فصل) حجاب ہائے تاریکی اور نورانی کے بیان میں (گیارہویں فصل) سعادت اور شقاوت کے بیان میں (بارھویں فصل) فقراء کے بیان میں (تیرھویں فصل) طہارت شریعت اور طریقت کے بیان میں۔ (چودھویں فصل) نماز شریعت اور طریقت کے بیان میں (پندرھویں فصل) عالم تجرید میں طہارت معرفت کے بیان میں (سولہویں فصل) شریعت و طریقت کی زکوٰۃ کے بیان میں (سترھویں فصل) روزہ شریعت و طریقت کے بیان میں (اٹھارویں فصل) حج شریعت و طریقت کے بیان میں (انیسویں فصل) وجد اور صفائی کے بیان میں (بیسویں فصل) خلوت اور گوشہ نشینی کے بیان میں (ایکویں فصل) خلوت کے وظائف کے بیان میں (بائیسویں فصل) خواب اور اونگھ میں جو واقعات پیش آنے کے بیان میں۔ (تیسویں فصل) اہل تصوف کے بیان میں (چوبیسویں فصل) خاتمہ کے بیان میں۔



مُقَدِّمَہ

ابتداء خلق کے بیان میں

جان لے اللہ تعالیٰ اچھے اس بات کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کو وہ پسند رکھتا ہے اور جس میں اس کی خوشنودی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے روح پر فتوح جناب سرور دو عالم حبیبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے اپنے نورِ جمال سے پیدا کیا (جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں نے روح جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ذاتی نور سے پیدا کیا۔ اور جیسا کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ ان سب سے مراد ایک ہی شے ہے اور وہ حقیقتِ محمدیہ ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نور اس ذاتِ پاک کا اس واسطے نام رکھا کہ ظلماتِ جلالیہ سے پاک و صاف ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور (یعنی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور روشن کتاب (قرآن مجید) آئے اور عقل اس واسطے فرمایا کہ تمام کلیات کا ادراک حاصل ہے اور قلم اس واسطے نام رکھا کہ علم کو نقل کر کے ذریعہ ہے جیسا کہ عالمِ حروفیات میں علم۔ اس کے لئے سبب ہے پس روحِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام موجودات کا خلاصہ اور جملہ کائنات کی ابتداء اور اصل ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میں اللہ سے

ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو عالم لاہوت (یعنی عالم ذاتِ باری میں اس رُوحِ قدس سے) یعنی رُوحِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) اچھی اور حقیقی صورت پر بنایا اور اس عالم میں تمام بنی نوع انسان سے مُراد آپ کی ذاتِ پاک ہے اور وہی وطنِ اصلی ہے۔ جب اس پر چار ہزار برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمِ مُبارک کے نور سے عرش کو پیدا کیا اور باقی تمام کائنات کو عرش سے پھر اروح کائنات کے سب سے پچھلے طبقہ (یعنی اجساد کی طرف لوٹا دیے گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کو پھیر دیا شیخی سے نیچی حالت کی طرف یعنی پہلے اس کو عالم لاہوت سے عالم جبروت (عالم عظمت و جلالِ صفاتِ الہی) میں اُتالا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حریمین کے مابین نورِ جبروت کا لباس پہنایا اور وہ رُوحِ سلطانی ہے پھر انہیں اُس لباس میں عالمِ ملکوت (آسمان میں قدسیوں اور ملائکہ کا مقام) کی طرف بھیجا اور اُن کو نورِ ملکوت کا لباس پہنایا اور وہ روحِ روحانی ہے پھر انہیں عالمِ ملک میں بھیجا اور اُن کو نورِ ملک کا لباس پہنایا اور وہ رُوحِ جسمانی ہے۔ پھر اس سے (یعنی عالمِ ملک سے) جسموں کو پیدا کیا (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ہم نے زمین ہی سے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں پھر تمہیں لوٹا دیں گے اور اسی سے پھر دوسری بار نکالیں گے پھر اللہ تعالیٰ نے رُوحوں کو جسموں میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ پس وہ اللہ کے امر سے داخل ہو گئیں۔ جیسا کہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا ہے "اور میں نے اپنی طرف سے اس میں رُوح پھونکی" پس جب ارواح واجساد کا رشتہ استوار ہو گیا اور وہیں جسموں کے ساتھ مانوس ہو گئیں اور عہدِ ميثاق (قول و قرآن) کو فراموش کر دیا۔ حوّا کُنتُ بِرَبِّکُمْ اور قاتوا ابلی کے

دن ہوا تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا "کیا میں تمہارا رب نہیں" تو سب نے بالاتفاق جواب دیا "کیوں نہیں" بے شک آپ ہمارے پروردگار ہیں تو اصلی وطن کی طرف رجوع نہ کیا۔ پس اللہ رحمان مددگار نے اُن پر آسمانی کتابیں نازل فرما کر انہیں اصلی وطن کی یاد دلائی چنانچہ ارشاد باری ہے "اور یاد دلائیں اُن کو اللہ کے ایام" یعنی ایام وصال جو ارواح دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ جملہ انبیاء علیہم السلام اُس آگاہی کے لئے دُنیا میں تشریف لائے اور عالمِ عقبت کو سدھارے لیکن بہت کم لوگوں نے نصیحت پر عمل کیا اور رجوع کیا۔ ان کے دلوں میں وطن کی محبت نے جوش مارا اور وہ اصلی ٹھکانے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے حتیٰ کہ سلسلہ نبوت رُوحِ اعظم فریضہ روحِ پُرفتوح جناب حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتمِ رسالت ہادی راہِ ہدایت پر مکمل ہو گیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمایا تمام لوگوں کی طرف جو غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ تاکہ انکی بصیرت (دل کی آنکھ) کو غفلت کی نیند سے بیدار فرمادیں۔ آپ نے انکو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا وصال اور جالِ ازلی حاصل کرنے کیلئے دعوت دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حبیبِ لبیب) فرما دیجئے یہ میری راہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جو میری اتباع کرتے ہیں۔ دل کی آنکھیں رکھتے ہیں۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ اُن میں سے تم جس کی بھی اقتداء کرو گے۔ راہِ ہدایت پاؤ گے۔ بصیرت اولیاء کے دل کے مقام میں روح کی آنکھ سے کھلتی ہے اور یہ ظاہری علم سے نہیں بلکہ باطنی کدّی علم سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے اور ہم نے اُسے اپنا لکھنی علم عطا فرمایا۔ علم لکھنی وہ ہے جو بندہ کو

بطریق الہام حاصل ہو) پس انسان پر واجب ہے کہ اہل بصیرت کی موافقت اور عالم لاہوت (عالم ذات باری) کے واقف کار و لی مرشد کی تلقین و تعلیم سے وہ آنکھ حاصل کرے۔ بھائیو! خبردار ہو جاؤ اور توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور دوڑو (توبہ وادائے فرایض و طاعات و اخلاص عمل اختیار کر کے) اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کا عرض (چڑائی) زمین و آسمان ہے (یعنی جس کی وسعت بے اندازہ ہے) پر ہیز گاروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ راہ طریقت اختیار کرو اور ان روحانی قافلوں کی معیت میں اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ عنقریب اس عالم کا راستہ منقطع ہو جائے گا اور کوئی رفیق راہ نہ ملے گا۔ ہم اس برباد ہونے والی کینی دنیا میں نہ تو دائمی قیام کے لئے آئے ہیں نہ کھانے اور پینے کیلئے اور نہ خبیث نفس کی لذات اور خواہشات پر قناعت کرنے کے لئے۔ تمہارے نبی کریم علیہ التَّحیَّۃُ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور تمہاری خاطر غمزدہ ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے اپنے ان امتیوں کا غم ہے جو اخیر زمانہ میں آنے والے ہیں۔

علم :- ہم پر دو قسم کا علم نازل کیا گیا ہے۔ علم ظاہری اور علم باطنی یعنی علم شریعت اور علم طریقت۔ شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر اور معرفت امر ہمارے باطن پر ہے۔ دونوں علم جمع ہو جائیں تو نتیجہ علم حقیقت ہے۔ جس طرح درخت اور پتوں کے اجتماع کا حاصل پھل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے مابین حد فاصل ہے کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔"

(آیہ کریمہ) محض علم ظاہری سے حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔ کامل عبادت (یعنی معرفت الہی) کے لئے دونوں علوم ضروری ہیں۔ ایک علم کافی نہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ یعنی میری معرفت حاصل کریں۔ پس جو اُس ذات باری کو پہچانتا ہی نہیں وہ کس طرح اُس کی عبادت کر سکتا ہے۔ معرفت صفائی قلب اور دل کے آئینہ سے نفس کا حجاب دور کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر اس میں کنز مخفی (پوشیدہ خزانہ انوار الہی) دل کی گہرائی کے سر (مقام راز) کے اندر مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں جانا پہچانا جاؤں۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا کہ وہ میری معرفت حاصل کریں۔ لہذا یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت (پہچان) کے لئے پیدا کیا ہے۔

معرفت :- معرفت دو قسم کی ہے (۱) معرفت صفات الہیہ (۲) معرفت ذات الہی۔ معرفت صفات دونوں جہاں میں وجود کا حصہ ہے اور معرفت ذات آخرت میں روح قدسی (یا کیزہ روح یا روح الہی) کا نصیب ہے چنانچہ فرمان ایزدی ہے: اور ہم نے اس کی پاکیزہ روح (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) سے مدد کی اور وہ روح قدس کے ساتھ مدد کئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں معرفتیں (عرفت ذات و معرفت صفات) بغیر ہر دو علوم ظاہری اور باطنی (جن کے ساتھ اُن کا ذکر ہو چکا ہے) حاصل نہیں ہو سکتیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ علم دو طرح کا ہے (۱) علم جس کا تعلق زبان سے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی حجت (دلیل) ہے اپنے بندوں پر (۲) علم جس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی

حُجَّت (دلیل) ہے۔ اپنے بندوں پر (۲) علم جسکا تعلق دل سے ہے۔ یہ علم حُصُولِ مقصد کیلئے نفع بخش ہے۔ انسان کو پہلے علم شریعت کی ضرورت ہے۔ تاکہ بدنِ عالم معرفتِ صفات میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکے اور وہ درجات ہیں۔ اُس کے بعد علم باطنی کی ضرورت ہے تاکہ رُوح کو عالم معرفت میں معرفتِ ذاتِ الہی حاصل ہو جائے اور وہ شریعت اور طریقتِ خلافِ رسومات ترک کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کا حاصل ہونا ایسی نفسانی اور روحانی مشقتیں اور ریاضتیں اختیار کرنے سے ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہوں کسی کو دکھانے اور سنانے کے لئے نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پس جو اپنے رب سے ملنے کی اُمید رکھتا ہے اسے چلبیٹے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے اور عالم معرفت یعنی عالمِ لاہوت وہی وطنِ اصلی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے رُوحِ قدسی (پاکیزہ رُوح) کو اچھی صورت پر پیدا کیا۔ رُوحِ قدسی سے مراد انسان حقیقی ہے۔ جو دل کی گہرائی میں ودیعتِ امانت رکھا گیا ہے۔ اس کے وجود کا ظہور توبہ، تلقین اور کلمہ توحید لا اِلهَ اِلَّا اللہ کا اول زبان سے دائمی ذکر کرنے سے ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ دل زندہ ہو جانے کے بعد زبانِ حال سے کلمہ کا ذکر کیا۔ اس وقت صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں اس کا نام طفلِ المعانی رکھتے ہیں کیونکہ وہ معانیِ قدسیہ اور (صفاتِ باطنیہ) سے ہویدا ہوتا ہے اور اس کا نام طفلِ المعانی چند وجوہ سے ہے (اول) یہ کہ وہ دل سے پیدا ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اور باب اس کی پرورش کرتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ بڑا ہو کر سن بلوغت کو پہنچ جاتا ہے۔

(دوم) یہ کہ بچوں کو عموماً ظاہری علم کی تعلیم دی جاتی ہے، اسی طرح اس بچے کو بھی علم معرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

(سوم) یہ کہ جس طرح (دینیوی) بچہ ظاہری گناہوں کی میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے، اسی طرح یہ طفل بھی شرک، غفلت اور جسمانییت (وجودِ ظاہری) کی میل سے پاک کیا جاتا ہے۔

(چہارم) یہ کہ بچے کی اس پاک صاف صورت کی مانند ملہارت و پاکیزگی میں بڑھ جاتا ہے تو خواہوں میں مطلوب و مقصود کی صورت پر فرشتوں کی مانند دکھائی دیتا ہے۔

(پنجم) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نتائجِ جنت کو طفولیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے اور ان کے (اہل جنت کے) گرد لیے پھریں گے (آدابِ خدمت کے ساتھ) ہمیشہ رہنے والے لڑکے، نیز فرمایا۔ (اہل جنت کی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے، گوارا کر دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔) (ششم) اس کا یہ نام اس کی پاکیزگی اور لطافت کے لحاظ سے ہے۔ (ہفتم) بدن کے ساتھ تعلق ہونے کے اعتبار سے اور بشری صورت کے لحاظ سے اس پر اس نام (یعنی طفل) کا اطلاق محض مجاز کے طور پر ہے۔ یہ اطلاق اس کی ملاحظہ (اچھی اور خوبصورت) کے باعث ہے۔ نہ اس کے فقر و غنا اور صفائی باطن کی وجہ سے اور اس کے ابتدائی حالات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ انسان حقیقی ہے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسی نسبت ہے کہ جسم اور اس کے حال سے واقف نہیں

بموجب الارشادِ عالی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے اور نہ کسی نبی مرسِل کو گنجائش ہے۔

اس سے مراد بشریت جناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہے اور ملک مقرب
مراد ایسی روحانیت ہے جو نور جبروت سے پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ فرشتہ
بھی اس نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا اس کے لئے نور لاہوت میں مقام دخل
نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ
کے ہاں ایسی جنت ہے۔ جس میں نہ حور و قصور ہے اور نہ شہد و دودھ اس
میں صرف ذات باری کا دیدار کیا جائے گا جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا۔
کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
ارشاد علی ہے "عنقریب تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسا کہ چودھویں
رات کا چاند دیکھتے ہو۔" اگر فرشتہ یا جسمانی (جسم سے تعلق رکھنے والا انسان وغیرہ)
اس عالم میں داخل ہو تو اس کو جلادے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں
فرمایا "اگر میں اپنے انوارِ عظمت و جلال ظاہر کر دوں تو ہر شے جہاں تک میرا
جلوہ پہنچے جل جائے۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی "اگر میں سرانگشت
کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔"



فصل اوّل

انسان کے اصلی وطن کی طرف رجوع کرنے کے بیان میں

انسان دو قسم کے ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔ جسمانی قسم کے انسان علم میں اور روحانی انسان خاص ہیں۔ انسان عام کا رجوع اپنے وطن کی طرف ہے اور وہ درجات ہیں جو علم شریعت طریقت اور معرفت کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حکمت جامعہ کامل حق کی شناخت ہے جبکہ عمل بلامرأیہ اور تصنع ہو (اخلاص پر مبنی ہو) کیونکہ درجات کے تین طبقے ہیں (پہلا) وہ جنت جو عالم ملک میں ہے اور وہ جنت الماویٰ ہے۔ (دوسرا) وہ جنت جو عالم الملوکوت میں ہے اور وہ جنت النعیم ہے۔ (تیسرا) وہ جنت جو عالم جبروت میں ہے اور وہ جنت الفردوس ہے۔ پس یہ سبائی تمہیں ہیں۔ اور جسم تین علوم یعنی علم شریعت۔ علم طریقت اور علم معرفت کے بغیر اپنے عالم میں نہیں پہنچ سکتا۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حکمت جامعہ حق کی شناخت اور اس پر عمل کرنا ہے اور باطل کی پہچان اور اس کو ترک کرنا ہے اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: "الہی ہم پر حق واضح فرما دے (حق کو حق سمجھیں) اور اتباع حق کو توفیق عطا فرما اور ہمیں باطل کو باطل ہی دکھاؤ۔ یعنی ہماری نظروں میں باطل نظر آئے) اور اس سے بچنے کی قوت عنایت فرما۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جس نے اپنے نفس اور پیدا کرنے والے کو پہچان لیا اس نے بالتحقیق اپنے رب (پالنے والے کو) پہچان لیا اور اس کی فرمانبرداری کی۔ انسان خاص کا منزل مقصود وطن اصلی میں پہنچ کر قرب الہی حاصل کرنا ہے۔

جس کے حصول کا ذریعہ علم حقیقت یعنی عالم قربت (لاہوت) میں توحید ہے
 حیاتِ دنیوی میں اس کو بہ سبب اپنی عادات کے یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے
 اس کا سونا اور جاگنا برابر ہو جاتا ہے بلکہ جب جسم سو جاتا ہے تو دل کی فرصت
 مل جاتی ہے۔ پس وہ کبھی کلیۃً اور کبھی جزوی طور پر اپنے اصلی وطن میں پہنچ جاتا ہے۔
 جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کر لیتا
 ہے۔ ان کی موت کے وقت اور جو نہیں مرے ان کو (وفات دیتا ہے)
 ان کی نیند میں۔ پھر جس پر موت کا حکم صادر فرماتا ہے۔ اُسے روک
 رکھتا ہے (یعنی اس کی جان کو اس کی طرف واپس نہیں کرتا) اور دوسرے کو
 (جس کی موت ابھی مقدر نہیں فرمائی) ایک میعاد مقررہ تک واپس کھینچ
 دیتا ہے۔“ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ”نور توحید سے دل کے
 زندہ ہونے اور زبان حال سے بغیر حرف اور آواز کے اسلامِ توحید کا داعی
 ذکرِ حائل ہونے کے بعد عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے بہتر ہے“ جیسا کہ
 اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمایا ہے ”انسان! میرا راز ہے اور میں اس کا
 راز ہوں۔“ نیز فرمایا ”باطنی علم میرے راز سے ایک راز ہے۔ جس کو میں اپنے
 بندوں کے دل میں رکھتا ہوں اور جس پر میرے سوا کوئی آگاہ نہیں۔“
 چنانچہ حدیثِ قدسی میں فرمایا ”میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں
 اور اس کے ساتھ ہوں جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے اور اگر وہ مجھے دل میں
 یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت میں
 یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔“ اس سے
 مراد علمِ تفکر ہے جو انسان کے وجود کے اندر ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 ارشادِ تعالیٰ ہے ”فکر کی ایک گھڑی ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے“ نیز فرمایا:

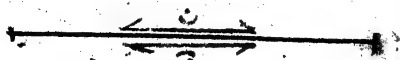
”فکر کی ایک ساعت شتر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔“ پھر فرمایا ”تفکر کی ایک گھڑی ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے۔“ ان ہر سہ احادیث میں قطبیت اس طرح ہوگی۔ جس نے فروعات کی تفصیل میں غور کیا اس کا ایک ساعت نکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ جس نے فرض عبادت کی معرفت میں ایک ساعت فکر کیا اس کی فکر شتر سال کی عبادت سے افضل ہے اور جس نے ایک گھڑی اللہ تعالیٰ کی معرفت میں فکر کیا اس کی فکر ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے اور وہ علم عرفان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید۔ عارف اس علم کے واسطے سے اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ جاتا ہے اور انجام کار عالم لاہوت (یعنی عالم قرب الہی) کی طرف اسے روحانی پرواز حاصل ہو جاتی ہے۔ عابد جنت کی طرف سیر کرنے والا اور عارف مقام قرب کی جانب پرواز کرنے والا ہے۔ کسی شاعر نے اہل معرفت کے حق میں لکھا ہے۔

قُلُوبُ الْعَاشِقِينَ لَهَا عُيُونٌ تَرَى مَا لَا يَرِى اصْطَالِحُ وَقَالَ
لَهَا أَجْنِحَةٌ تَطِيرُ بِغَيْرِ رِيْشٍ اِلَى مَلَكُوتِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ :- ”عاشقوں کے دلوں کے لئے ایسی آنکھیں ہیں جو ان امور کا مشاہدہ کرتی ہیں جن کو لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے لئے بال و پر بازو ہیں جن کے ساتھ وہ رب العالمین کے عالم ملکوت کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔“

پس یہ پرواز کرنے والا عارف کے باطن میں ہے اور وہی انسان حقیقی ہے۔ اللہ عز و جل کا محبوب۔ اس کا محرم اور عروسِ دلہن ہے جیسا کہ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ اہل اللہ عرائس اللہ اللہ تعالیٰ کی دلہنیں ہیں جس طرح محرم کے سوا دلہنوں کو کوئی نہیں جانتا پہچانتا اسی طرح وہ بھی بشریت کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں۔ انھیں سوائے

اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے ”میرے دوست میری قبلہ کے نیچے ہیں انھیں سوائے میرے کوئی نہیں پہچانتا“ اور لوگ ظاہر اسوائے دلہن کی ظاہری زینت کے کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ولی اللہ تعالیٰ کا خوشبودار پھول ہے اس کی سرزمین میں صدیق (یعنی انبیاء علیہم السلام کے سچے متبعین) اس کو سونگتے ہیں۔ اس کی خوشبو ان کے دلوں میں اثر کرتی ہے تو ان کا جذبہ شوق اپنے مولیٰ کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ ان کی عبادت ان کے اخلاق کے فرق اور درجہ فنا کے مطابق بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ جتنا زیادہ قریب ہو اتنا ہی زیادہ مرتبہ فنا حاصل ہو جاتا ہے۔ پس ولی وہ ہے جو اپنے حال میں فانی ہو اور شاہدہ حق میں اس کو بقا حاصل ہو۔ نہ اس کو اپنی ذات سے کچھ اختیار ہو اور نہ ہی اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ قرار ہو۔ ایسا شخص کرامات کے ساتھ تائید کیا جاتا ہے اور ان سے علیحدہ رکھا جاتا ہے کیونکہ کرامت ایک ایسی چیز ہے جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ ربوبیت کے راز کو ظاہر کرنا اہل اللہ کے نزدیک کفر ہے۔ اصحاب کرامات سب کے سب محبوب ہیں (یعنی اظہار کرامات کے سبب معرفت الہی سے محروم ہیں) کرامت مردانِ راہ خدا کیلئے خصلِ حیض کے ہے۔ ولی کے لیے ہزار مقامات ہیں اور سب سے پہلے باپ کرامات ہے جو اس سے گزر گیا اس نے باقی مقامات بھی پالنے ورنہ محروم رہ گیا۔



دوسری فصل

انسان کو اسفل ترین حالت میں پھیر دینے کے بیان میں

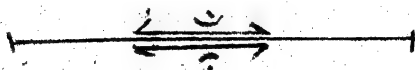
جب اللہ تعالیٰ نے روح قدسی (روح الہی) کو ابھی صورت پر عالم لاہوت میں پیدا کیا تو اس کو سب سے نیچی حالت کی طرف لوٹا کر ارادہ فرمایا تاکہ غلبہ شوق و محبت لقاء باری تعالیٰ کے باعث اس کو راستی کے مقام میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور زیادہ قرب حاصل ہو اور یہ مقام اولیاء اور انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ پہلے اس کو بذریعہ بیج توحید کے ساتھ عالم جبروت کی طرف لوٹایا۔ پس عالم فورانیت سے اس عالم میں ودیعت (امانت) رکھا اور اس عالم کا لباس پہنایا۔ اسی طرح عالم ملک کی طرف بھیجا تو اس کے لئے لباس عنصری پیدا فرمایا (عنصر یعنی آگ، ہوا، پانی اور مٹی) تاکہ اس سے عالم ملک یعنی یہ جسم کثیف جل نہ جائے۔ لباس جبروتی کے لحاظ سے اس کا نام روح سلطانی باعتبار عالم ملکوتی روح سیرانی و روحانی اور بلحاظ لباس ملکی روح جسمانی رکھا۔ چونکہ مقام اسفل کی طرف آنے کا مقصد یہ تھا کہ انسان دل اور جسم کے ذریعہ زیادہ قرب اور مرتبہ حاصل کرے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے توحید کا بیج دل کی زمین میں کاشت کرے کہ اس میں توحید کا درخت اُگے جس کی جڑ فضاے سرور میں قائم و محکم ہو اور وہ توحید کے پھلوں سے بار آور ہو۔

نیز شریعت کا بیج دل کی زمین میں بوئے کیا اس میں شریعت کا درخت پیدا ہو کر درجات کے پھل لائے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو

جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا اور اس میں ہر ایک کے لیے ایک مقام مخصوص کیا گیا۔ چنانچہ روح جسمانی کا مقام خون اور گوشت کے درمیان ہے اور روح قدسی کا مقام ستر ہے (ستر صوفیا کرام کی اصطلاح میں ایک مقام ہے جو حامل روح الہی ہے جس طرح خون اور گوشت حامل روح جسمانی) ان دونوں میں سے ہر ایک کی اس وجود کی بستی میں ایک دکان ہے، سامان تجارت ہے، منافع ہے ایسی خرید و فروخت ہے جو کبھی فنا نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”جو ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر (طور سے) وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان نہیں۔“

ہر انسان کو اپنی ہستی کے اندرونی معاملات کو جاننا اور پہچاننا لازمی ہے کیونکہ یہاں جو کچھ حامل ہوتا ہے۔ وہ اس کے گلے سے لگا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کیا انسان نہیں جانتا جب اٹھائے جائیگا جو قبروں میں ہیں اور کھول دی جائیگی (وہ حقیقت) جو سینوں میں ہے۔“ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”اور ہر انسان کی قسمت ہم نے اس کے گلے سے لگا دی ہے۔“



تیسری فصل

جسموں میں ارواح کے تصرف کے بیان میں

جسم کی بستی میں روح جسمانی کی دکان (یعنی مقام) سینہ اور اعضائے ظاہری میں اور اس کی متاع شریعت ہے اور اس کا معاملہ (تجارت) شریعت کے ظاہری احکام (جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے) پر عمل کرنا ہے (جسمیں شائبہ شرک نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

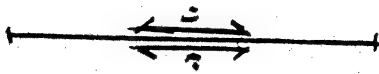
اللہ طاق (واحد) ہے اور طاق کو پسند رکھتا ہے۔ یعنی ایسا عمل جو بغیر ریا اور تصنع اور بغیر کسی دینوی لالچ کے ہو۔ کیونکہ ولایت (الکتابی) مکاشفہ یعنی عالم ملک میں زمین سے آسمان تک (تمام کائنات کا) مشاہدہ اور اس کی مثل دیگر کرامات مثلاً پانی پر چلنا ہوا میں پرواز کرنا طعی المکان (ایک جگہ سے دوسری جگہ کرامت سے ایک لمحہ میں پہنچ جانا) دور سے سُن لینا بدن کے اندرونی راز کو دیکھ لینا وغیرہ وغیرہ (یہ سب) رہبانیت کے مراتب سے ہے۔ لیکن آخرت میں اس تجارت کا نفع جنتِ حور و قصور غلمانِ شرابِ ظہور اور دیگر نعمتیں ہیں جو پہلی جنت میں پائی جاتی ہیں جس کو جنتِ الماوی کہتے ہیں۔ روحِ روانی کا مقام دل ہے اور اس کی متاعِ علمِ طریقت ہے۔ اس کا معاملہ (تجارت) بارگاہِ اسماءِ اُصول میں سے پہلے چار اسماء کا ذکر و شغل ہے اس طریقہ پر کہ آواز و حروف کو اس میں دخل نہ ہو جیسا کہ فرمانِ الہی ہے (حبیبِ لیب) فرما دیجئے اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر جو کہہ کر پکارو سب اُسی کے اچھے نام ہیں۔

نیز فرمایا "اللہ تعالیٰ کے بہت اچھے نام ہیں تو اسے ان (ناموں) سے پکارو" آیات مذکورہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسماءِ حسنیٰ، شغلِ قلبی یعنی علمِ باطن کے محل ہیں (قلبی توجہ اور ذکر کا تعلق نہ صرف ذات و صفات ہے بلکہ اسماء سے بھی ہے) اور معرفتِ اسماء توحید کا نتیجہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے "اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔" نیز ارشاد فرمایا "درس ایک حرف ہے اور تکرار ہزار بار" اور گنتی سے مراد یہ ہے کہ انسان ان اسماء کی صفات اور اخلاق سے متصف اور متخلق ہو جائے (یعنی ان اسماء کی حقیقی صفات رنگ اور خوشبو اس میں پیدا ہو جائے) اور یہ بارگاہِ اسماء کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے بارگاہِ حروف کی تعداد کے مطابق باری تعالیٰ کے اسماءِ اصول ہیں (اصول اصل کی جمع ہے اور اصل کے معنی جڑ یا بنیاد ہے) اللہ تعالیٰ نے مختلف قلبی ہیتوں میں ہر حرف کے لیے ایک اسم ثابت کیا ہے۔ ہر عالم کے لیے تین اسماء ہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل محبت کے دل ثابت کئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ "اللہ تعالیٰ دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ایمان والوں کو حق بات پر ثابت رکھے گا" اور ان پر تسکینِ محبت اتاری اور ثابت کیا اللہ تعالیٰ نے شجرِ توحید کو جسکی جڑ ساتویں زمین میں ہے بلکہ اس سے بھی نیچے تری میں تری، نناک مٹی کو کہے ہیں جو زمین کے نیچے ہوتی ہے) اور اس کی شاخیں آسمان میں عرش سے بالائیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی ہے۔ جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں"۔ (درجِ روانی کی تجارت کا منافع حیاتِ قلبی اور حیاتِ قلب (یعنی دل زندہ ہو جانے سے) کو عالم ملکوت میں مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً جنتِ اُس کے اہل اس کے انوار اور طائر کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اور اسماء باطنی (جو بغیر حروف و آواز کے ہیں) کا ملاحظہ کر کے وہ زبان حال سے باطنی گفتگو کرتا ہے۔ آخرت میں اس کا مسکن دوسری جنت ہے جس کو جنت نعیم کہتے ہیں۔ روحِ سلطانی کی دکان (یعنی مقام) فواد ہے۔ اس کی متاع معرفت اور اس کا معاملہ زبانِ دل سے چار اسماء متوسط کا دائمی ذکر ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "علم دو طرح کا ہے (۱) وہ علم جس کا زبان سے تعلق ہے۔ یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ اور (۲) وہ علم جس کا تعلق دل سے ہے یہ علم نافع ہے کیونکہ اس دائرہ میں اس کا بے اندازہ ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "قرآن کریم مشتمل بر الفاظ و معانی ظاہری اور اسرار و رموز باطنی ہے۔" نیز فرمایا "اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو دیش باطنی رموز پر نازل فرمایا ہے۔ ہر بطن بے حد نافع اور مفید ترین ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کا مغز ہے۔ یہ اسماء ربیعہ اسماء الاصول (بمنزلہ ان بارہ چشموں کے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی ضرب سے جاری ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے ہر گروہ نے اپنی گھاٹ (پانی پینے کی جگہ) پہنچان لی۔" علم ظاہری عارضی ہارش پانی کی مثل ہے اور علم باطنی اصلی چشمہ کے مانند اس لئے یہ پہلے (علم ظاہری) کی نسبت زیادہ نفع رساں ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور ان کے لئے مردہ زمین میں ایک نشانی ہے۔ ہم نے اسے زندہ کیا پھر اس سے اناج نکالا تو وہ اس میں کھاتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے زمین اُفاق (دنیا) سے اناج پیدا کیا۔ جو نفسانی زندگی کے لئے قوت ہے اور جانوں کے اندر ایسی غذا پیدا کی جو ارواح کے لئے قوت روحانی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "جو

”اس جیسا کوئی نہیں ہے اور وہ سُنتا اور دیکھتا ہے جب انسان اپنے مقصود کو پہنچتا ہے تو عقلیں چکر میں آ جاتی ہیں۔ دل حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اور زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور انسان اس مشاہدہ یا کیفیت کو بتلا نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تشبیہ اور مثال سے پاک ہے۔

علماء کا فرض ہے کہ جب انھیں اس قسم کی اطلاعات بہم پہنچیں یعنی جب وہ ان مقامات کا مطالعہ کریں جن کا ذکر اس مقالے میں کیا گیا ہے تو ان کا انکار نہ کریں بلکہ مقامات علوم سے ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی کہنہ اور حقائق پر نظر فائز ڈالیں اور مقام اعلیٰ علیین (جو ساتویں آسمان پر زبیر عرش ہے) کی طرف توجہ منعطف کریں اور انتہائی جدوجہد کریں تاکہ علم لدنی اور معرفت ذات احدیت سے بہرہ ور ہو جائیں۔



چوتھی فصل

علوم کے بیان میں

علم ظاہری کی بارہ شاخیں ہیں اور اسی طرح علم باطنی کے بھی بارہ فنون ہیں جو کہ عام و خاص ہیں ان کی استعداد اور قابلیت کے مطابق تقیہ کئے گئے ہیں۔ یہ علوم چار بابوں پر منحصر ہیں۔

باب اول: علم شریعت کا ظاہری پہلو جو امر و نہی اور جملہ احکام پر مشتمل ہے۔

باب دوم :- اس کا باطن جس کو میں نے علم باطن اور طریقت کے نام سے موسوم کیا ہے۔
 باب سوم :- علم باطن یعنی علم معرفت۔
 باب چہارم :- وہ علم جو تمام بطون کی اصل ہے میں نے اس کو علم حقیقت کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ان تمام علوم کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے "شریعت ایک درخت ہے، طریقت اسکی شاخیں، معرفت اس کے پتے اور حقیقت اس کا پھل ہے" اور قرآن مجید ان تمام کا جامع ہے۔ رہنمائی کیلئے از روئے تفسیر یا تاویل اسمیں دلیل و ثبوت اور رموز و اشارات موجود ہیں۔ تفسیر عوام کیلئے ہے اور تاویل خواص کیلئے کیونکہ وہ علماء را سخن (یعنی پختہ علم والے) ہیں اور رسوخ کے معنی علم میں مضبوطی قرار اور پختگی ہے۔ اس درخت خرمائی طرح جس کی جڑ زمین میں قائم ہے اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں اور یہ پختگی اس کلمہ کا نتیجہ ہے جس کا بیج قلب کی صفائی کے بعد دل کی گہرائی میں بویا گیا ہے۔ ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کلمات وَاللّٰہُ اسْمُہٗ فِی الْعِلْمِ اور اِنَّ اللّٰہَ حَرَفٌ عَطْفٌ کے ساتھ ایک دوسرے کیساتھ ملائے گئے ہیں۔

(نوٹ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آیات دو قسم کی ہیں محکمات اور متشابہات۔ محکمات وہ ہیں جو صاف معنی رکھتی ہیں اور متشابہات وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ متشابہات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلُہٗ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اسْمُہٗ فِی الْعِلْمِ"..... الخ
 اَللّٰہُ بِرُؤْفٍ لازم ہے تو معنی یہ ہوئے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے متشابہات کی تاویل کوئی نہیں جانتا۔ سرکار اقدس صاحب سرا سرا سلطان الاولیاء

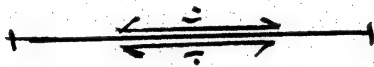
والعارفین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک قول کے مطابق اَللّٰهُ اور
 التَّاسِخُونِ فِی الْعِلْمِ حرف عطف (و) کے ساتھ ملا دیئے گئے ہیں
 اور معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اور تاسخون فی العلم اس کی تاویل کو جانتے
 ہیں۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قَالَ اَنَا مِنَ التَّاسِخِیْنَ
 الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ تَاوِیْلَهُ۔ میں ان تاسخین فی العلم سے ہوں جو متشابہ کی
 تاویل جانتے ہیں) صاحب تفسیر کبیر نے کہا ہے اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو
 باطن کے تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس کے بعد بندہ اوامر و نواہی کی
 پابندی اور چاروں دائیروں میں سے ہر دائرہ کے اندر نفس کی مخالفت
 کرنے کے لئے مکلف ہے۔ دائرہ شریعت میں نفس اوامر و نواہی کی مخالفت
 کرنے پر آمادہ کرتا ہے، دائرہ طریقت میں نفس دینی موافقت کے پردے
 میں دھوکہ دیکر گمراہ کرتا ہے اور نبوت اور ولایت کا دعویٰ کرنے پر براہِ نیگہ کرتا
 ہے، دائرہ معرفت میں نورانیت کی بنا پر نفس اسکو دھوکہ دے کر شرکِ خفی
 میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کو ربوبیت کا دعویٰ کرنے پر مائل کر دیتا ہے۔
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو دیکھا جس نے
 اپنی خواہش کو خدا بنالیا۔“

مگر دائرہ حقیقت میں شیطان، نفس اور ملائکہ دخل نہیں پاسکتے کیونکہ
 ماسویٰ اللہ اس میں جل جاتاہے (جیسا کہ سیدنا جبریل علیہ السلام نے عرض کی
 ”اگر میں سر انگشت کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔“) اس وقت بندہ
 دونوں دشمنوں (شیطان اور نفس) سے خلاصی پاتا ہے اور مخلص ہو جاتا ہے۔
 جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (شیطان بولا) ”تیری عزت کی قسم میں ضرور ان
 سب کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص ہیں۔“

بندہ جب تک دائرہ حقیقت میں نہ پہنچے مخلص نہیں ہو سکتا کیونکہ صفات بشری کو جن میں غیریت کا مادہ ہے بجز تجلی ذات باری تعالیٰ فنا حاصل نہیں ہو سکتی اور ذات سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کے بغیر نادانی کا پردہ اٹھ نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو خود بلا واسطہ غیرے علم لدنی کی تعلیم فرماتا ہے۔ پس وہ خضر علیہ السلام کی طرح اللہ پاک کو اس کی تعریف سے پہنچاتا اور اس کی تعلیم سے اس کی عبادت کرتا ہے۔ اس مقام پر ارواح قدسیہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کو اپنے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ پس وہ مقامات محمدیہ سے واقف ہو جاتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور انبیاء علیہم السلام اس کو وصال ابدی کی بشارت دیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں" جس کو اس علم کے ذریعے مقام وصال حاصل نہیں ہوا وہ فی الحقیقت عالم نہیں ہے۔ خواہ اس نے لاکھ کتابیں پڑھی ہوں کیونکہ وہ روحانیت کو نہیں پہنچا ہے۔ ظاہری علوم کے ذریعے عمل جسمانی (بدنی عبادت وغیرہ) کی جزا صرف جنت ہے۔ وہاں صفات الہی کا عکس ظاہر ہوتا ہے۔ محض ظاہری علم حاصل کرنے سے عالم حرم قدسی اور منزل قرب (مقام لاہوت) میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ عالم پر واز ہے اور اُنے والا پرندہ دونوں بازوؤں کے بغیر اڑ نہیں سکتا۔ لہذا جو بندہ خدا ظاہری اور باطنی علوم کے واسطے سے عمل کرتا ہے اس عالم میں اس کو رسائی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اے میرے بندے! اگر تو میرے حرم پاک میں داخل ہونا چاہتا ہے تو عالم ملک ملکوت اور جبروت کی طرف التفات (توجہ) نہ کر کیوں کہ عالم ملک علم کے لیے عالم ملکوت عارف کے لیے اور عالم جبروت واقف کے لیے بمنزلہ شیطان ہے۔ جس نے ان مقامات سے

کسی ایک مقام کو پسند کر لیا وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو گیا۔ یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب نہ ہوا۔ لیکن درجات سے محروم نہیں کیا گیا۔ ایسے لوگ قرب الہی چاہتے ہیں لیکن پا نہیں سکتے کیونکہ انہوں نے غیر مطلوب طلب اور آرزو کی۔ نیز انہیں ایک بازو ملا ہے اور پر وازہ کیلئے دُربازو درکار ہیں) اہل قرب کو وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی اس کا خیال کسی انسان کے دل میں آیا اور وہ جنت قرب ہے جس میں حور و قصور نہیں۔ انسان کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی ہستی کو پہنچانے اور اپنے نفس کی خاطر اس بات کا دعویٰ نہ کرے جس کا اسے حق نہیں پہنچتا۔ جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مبارک ہے: اللہ تعالیٰ نے اس آدمی پر رحم فرمایا جس نے اپنی قدر پہچانی اور اپنی حد سے نہ بڑھا۔ اپنی زبان کی نگہبانی کی اور اپنی عمر کو ضائع نہ کیا۔ عالم کیلئے ضروری ہے کہ وہ انسان حقیقی کے معنی جس کو "طفل المعانی" کہتے ہیں حاصل کر لے اور اسماء توحید کے دائمی ذکر سے اس کی تربیت کرے۔ عالم اجسام سے نکل کر عالم روحانیت کی طرف بڑھے۔ یہ عالم ستر ہے۔ اس میں سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی دیار و احصار نہیں اور وہ نور کے صحرائے ماند ہے جس کی انتہا نہیں۔ طفل المعانی (یعنی انسان حقیقی) اس میں پر وازہ کرتا ہے اور اس کے عجائب و غرائب دیکھتا ہے جن کا بتلانا ناممکن ہے (یہ مقام ان سچے توحید پرستوں کا ہے جو اپنی ہستی کو عین ذات وحدت میں گم کر دیتے ہیں) اس کا وجود مشاہدہ جمال الہی کے وقت کا عدم ہو جاتا ہے۔ جس طرح انسان سُورج کے بالمقابل ہوتا ہے تو اس کی شعاعوں کی حدت اور روشنی کے باعث اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اسے ارد گرد کی عمارات نظر نہیں آتیں۔ لہذا انسان جب

اللہ تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کرتا ہے تو یقیناً محوِ نظارہ ہو جاتا ہے اور غلبۂ حیرت اور محویت کے باعث اسے اپنا وجود نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسان آسمانوں کی سلطنت میں داخل ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی پیدائش پرندہ کی پیدائش کے مانند دوبارہ ہوتی ہے۔ اس سے مراد انسانی قابلیت کی حقیقت سے طفلِ معانی روحانی کا تولد ہے اور وہ ستر انسان ہے۔ جس کی پیدائش کا سلسلہ اولاس کے وجود کا ظہور علمِ شریعت اور علمِ حقیقت کے اجتماع سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جب مرد و زن کے نطفے باہم نہ ملیں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے ہم نے انسان کو پیدا کیا (مرد و عورت کے) ملے ہوئے نطفہ سے کہ اس کی آزمائش کریں۔ اس طفلِ المعانی (انسانِ حقیقی) کے ظہور کے بعد انسان خلق کے سمندروں کو پار کر کے امر (روحانیت) کی تہ تک پہنچ جاتا ہے (بلکہ تمام جہانِ عالمِ روح کے اندر پانی کے ایک قطرہ کی مانند ہے) اور اس کے بعد علومِ روحانیت اور لدنی کا فیض (بغیر حرف و آواز کے) جاری ہو جاتا ہے۔



پانچویں فصل

توبہ اور تلقین کے بیان میں

جان لے کہ مراتب مذکورہ سچی توبہ اور تلقین کا اہلِ مرشد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) اور پرہیزگاری کا کلمہ پر

لازم فرمایا۔ یعنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمدٌ رَسُوْلُ اللہ۔ بشرطیکہ یہ کلمہ کسی پرہیزگار دل سے اخذ کیا جائے جو ماسویٰ اللہ سے پاک ہو۔ (یعنی تلقین کرنے والا متقی اور صاف دل ہو) اس سے مُرد وہ زبانی کلمہ نہیں جو ہر شخص پڑھتا ہے۔ لفظ اگرچہ ایک ہی ہے لیکن معنی میں بہت فرق ہے) کیونکہ توحید کا بیج کسی زندہ دل (مُرشد) سے اخذ کرنے سے دل زندہ ہو جاتا ہے (بجھو وہ بیج تخم ریزی کیلئے) نہایت عمدہ اور بختہ ہو جاتا ہے اور ناقص یا خام بیج اُگنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی لئے قرآن مجید میں کلمہ توحید کا نزول دو جگہ پر فرمایا گیا ہے۔ ایک کا اطلاق قول ظاہر پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جب ان سے کہا جاتا ہے لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ ٹکڑے کر دیتے ہیں؟“ یہ ایہ کریمہ خواہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ دوسرے قول کا تعلق علم حقیقی کے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (اے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاصوں اور عام مسلمان مُردوں اور عورتوں کے گناہوں کے لئے معافی طلب فرمائیے؟“ اس آیت شریف میں خواص کے لئے تلقین ذکر ہے۔

بیان تلقین ذکر :- سب سے پہلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہایت قریب اور سب سے افضل اور سہل ترین راہ طریقت کی تلقین کے لئے آرزو کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتظار وحی فرمایا۔ سیدنا جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور تین مرتبہ اس کلمہ کی تلقین کی۔ پھر جس طرح سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا اسی طرح حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

اس کلمہ کو دہرایا۔ اُس کے بعد شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی۔ بعد ازاں اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
پاس تشریف لے گئے اور سب کو اس کلمہ کی تلقین فرمائی پھر ارشاد فرمایا
”ہم جہادِ اصغر سے لڑتے ہیں اور جہادِ اکبر یعنی چہارِ نفس کی طرف آتے ہیں“
چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی (صحابی رضی اللہ عنہ) سے فرمایا
”تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے
درمیان ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب نہیں ہو سکتی جب تک
کہ تمہیں اندرونی اعدا یعنی نفسِ امارہ، نفسِ نوائیہ اور نفسِ ملہمہ کے
غلبہ حاصل نہ ہو جائے اور وجودِ مذموم اور بہیمیہ اخلاق (مثلاً بکثرت
کھانے پینے سونے اور لغو باتیں کرنے کی محبت اور عادات و حشیانہ
(مثلاً غیظ و غضب، گالی گلوچ، مار پیٹ اور قہر) اور اخلاقِ شیطانیہ
(مثلاً کبر، غرور، حسد اور کینہ وغیرہ جو آفاتِ بدنی اور قلبی ہیں) سے
پاک نہ ہو جائے۔ جب ان اخلاقِ ذمیمہ سے وجود پاک ہو جاتا ہے تو
وہ اصلی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور انسان صاف ستھروں اور
توبہ کرنے والوں میں ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”بیشک
اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں اور ستھروں کو دوست رکھتا ہے“
جو صرف ظاہری گناہ سے توبہ کرتا ہے تو وہ ظاہراً (توبہ کرنے سے)
اس آئیہِ کریمہ کے تحت نہیں آتا ہے اگرچہ وہ تائب ہے لیکن تو اب
بے حد توبہ کرنے والا نہیں۔ لفظِ تو اب مُبالغہ کا صیغہ ہے اس سے
خواص کی توبہ مُراد ہے۔ پس وہ اپنے مقصود کو پالیتا ہے جو شخص
محض ظاہری گناہ سے توبہ کرتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو

اپنے طبیعت سے گھاس وغیرہ کی شاخیں اوپر اوپر سے کاٹ دیتا ہے ان کو جڑ سے نہیں اکھڑتا تو لازماً وہ گھاس پہلے کی نسبت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور تو آب یعنی تمام گناہوں اور بُرے اخلاق سے سچی اور پکی توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو اس گھاس پھوس کو جڑ سے نکال دیتا ہے تو اُس کے بعد وہ شاذ و نادر ہی اگتی ہے۔ اس کے (یعنی خالص توبہ کے) بعد تلقین (تعلیم مُرشد) ایک آلہ کا کام دیتی ہے جو متعلق (تلقین پانے والے یعنی مُرید) کے دل سے اللہ کے سوا ہر چیز کو قطع کر دیتی ہے۔ کیونکہ جس نے کڑوے درخت کو نہ کاٹا وہ اسکی جگہ شیریں شجر کو نہ پاسکا۔ اے نگاہ والو! اس سے سبق حاصل کرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور منزل مقصود تک پہنچ جاؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔“ نیز فرمایا ”اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائی سے بدل دیتا ہے“ توبہ دو قسم کی ہے (۱) توبہ عام (۲) توبہ خاص۔

(۱) توبہ عام :- انسان ذکرِ الہی اور انتہائی جدوجہد (مجاہدہ) اور سعیِ عظیم کے معصیت سے فرمانبرداری اور بُرائی سے نیکی اور جہنم سے جنت کی طرف رجوع کرے اور بدنیِ راحتیں ترک کر کے مشقتِ نفس اختیار کرے۔ (۲) توبہ خاص :- یہ ہے کہ توبہ عام حاصل ہو جانے کے بعد حسناتِ ابراہیم (پرہیز گاروں کی نیکیوں) سے معارفِ الہی (اللہ تعالیٰ کی معرفت) درجات (یعنی مقاماتِ جنت) سے مقامِ قرب (الہی) اور لذتِ جسمانی سے لذتِ روحانی کی طرف رجوع کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو ترک کرے۔ اسکی ساتھ محبت کا سلسلہ وابستہ کرے اور اس کی ذاتِ پاک کو بنظرِ یقین

دیکھئے اور جن اُمور کا اوپر ذکر ہوا یہ اکتسابات وجود سے ہیں (یعنی وجود ذریعہ عمل ہے اور عمل سے یہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں لیکن ترک ماسوی اللہ میں وجود کی نفی بھی لازمی ہے) اس لیے اکتساب وجود بھی اس راہ میں گناہ ہے جیسا کہ (اہل طریقت کو سمجھانے کی غرض سے) حضور نبی کریم رُوف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارک کو مخاطب کر کے فرمایا گیا "آپ کا وجود باوجود ایک ایسا گناہ (حجاب) ہے کہ جس پر دوسرے گناہ کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اکابرین رحمہم اللہ اجمعین کا قول ہے "یہ ہیزگاروں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک (اُن کے مراتب کے لحاظ سے) بڑائیاں ہیں" اسی واسطے حضور سید الانبیاء حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جناب میں روزانہ تلواریں استغفار کیا کرتے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے "حبیبِ کرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے گناہ (یعنی حجاب وجودی کی آلئش) کے لیے معافی طلب فرمائیے" اور یہی توبہ خاص (یعنی حقیقی رجوع الی اللہ) ہے۔ کیونکہ توبہ خاص سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لینا آخرت میں مقامِ قرب یعنی سلامتی کے مقام میں داخل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کا مشاہدہ کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔ "اللہ تعالیٰ کے ایسے (خاص) بندے ہیں جن کے وجود دنیا میں اور ان کے دل عرش کے نیچے ہیں"۔ کیونکہ دنیا میں دیدارِ جمالِ الہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہاں جلوہٗ صفاتِ الہی دل کے آئینہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میرے دل نے میرے پروردگار کو بالواسطہ نورِ الہی دیکھا۔ لہذا دل اللہ تعالیٰ کے جمال کا عکس دیکھنے کے لیے بمنزلہ آئینہ ہے۔ یہ مشاہدہ ایسے واصل (الی اللہ) اور مقبول (بارگاہ) مُرشدِ کامل کی تلقین کے

بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ جو سابقین یعنی سبقت حاصل کر نیوالوں سے ہو
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے یا مرالہی ناقصوں کی تکمیل
 کیلئے بھیجا گیا ہو۔ نبی اور ولی میں فرق کرنے کے لئے اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم خاصونکی (رہنمائی) کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ نہ کہ حوام کی رہبری کیلئے نبی عام و
 خاص کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا جاتا ہے اور وہ مستقل بالذات ہوتا ہے۔
 (یعنی کسی کا تابع نہیں ہوتا) اور ولی مُرشد صرف خواص کی رہنمائی کیلئے بھیجا
 جاتا ہے اور وہ مستقل بالذات نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لئے اپنے نبی علیہ السلام کی
 اتباع لازمی ہوتی ہے۔ اگر وہ مستقل بالذات ہونے کا دعویٰ کرے تو کافر ہو جائے
 اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شبیبہ فرمائی ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل
 نبیوں کے مانند ہیں اُس کا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے بعد دیگرے
 ایک ہی نبی مرسل یعنی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اتباع
 کرتے چلے آئے اور بغیر کسی دوسری شریعت کی طرف رجوع کرنے کے اسی
 شریعت کے احکام کی تجدید اور تاکید کرتے رہے۔ اسی طرح اس امت کے
 علماء یعنی اولیاء کرام خواص کی رہنمائی کیلئے بھیجے جاتے ہیں تاکہ اوامر و نواہی کی
 تجدید کریں (احکام الہی کی یاد تازہ کریں) استحکام عمل (صحیح اور پختہ عمل)
 کیلئے انتہائی تاکید کریں اور تصفیہ اصل الشریعت یعنی قلب میں مقام
 معرفت (مقام الہی) کو لائشوں سے پاک صاف کریں۔ یہ علماء یعنی اولیاء
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے آگاہ کرتے ہیں۔ مثلاً اصحاب صفہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار فرماتے سے قبل سب معارف
 کے رازوں کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ پس ولی حامل (اٹھانے والا) بارِ امانت
 ولایت جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جو کہ آپ کی نبوت اور باطن کا

جز وہ ہے۔ وہ اس کے پاس بطور امانت ہوتی ہے۔ ان علماء سے مراد ہر وہ عالم نہیں جس نے ظاہری علم حاصل کیا ہو کیونکہ وہ اگر بمصدق اَلْعُلَمَاءِ وَرِثَہُ اَلْاَنْبِیَاءِ (علماء انبیاء کے وارث ہیں) وراثت بنوی میں داخل ہو بھی تو اس کا رشتہ ذوی الارحام کی طرح ہے (یعنی اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے بہت دور کی نسبت ہے۔ ذوی الارحام سے وہ بھائی اور بہنیں مراد ہیں جو ایک ماں اور مختلف باپوں سے پیدا ہوئے ہوں۔ ایسی اولاد پورے طور پر وراثت کی حقدار نہیں ہو سکتی) پس وراثت کامل وہی ہو سکتا ہے جو بمنزلہ فرزند حقیقی ہو کیونکہ اس کا رشتہ اپنے والد کے ساتھ اس کے تمام رشتے داروں کی نسبت زیادہ قریبی ہوتا ہے۔ (عصبات سے مراد باپ کی جانب سے رشتے دار ہیں) پس بیٹا ظاہر و باطن میں باپ کی خوبیوں اور اسرار کا وارث ہوتا ہے۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: ”کچھ علم پوشیدہ ہے جس کو سوائے علماء نہ بآنی کے کوئی نہیں جانتا۔“ جب وہ اس کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو اہل عزت (مومنین) اس کا انکار نہیں کرتے اور یہ ستر (رازوں کا راز) ہے جو تیس ہزار پردہ ہائے راز کے سب سے اندرونی حصّہ کے اندر ہے۔ (یعنی انتہائی مخفی) معراج شریف کی راست حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے اندر ودیعت رکھا گیا اور اس راز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اصحاب مقربین اور اصحاب صفہ کے کسی پر ظاہر نہ فرمایا۔ اس ستر کی برکت سے قیامت تک شریعت قائم ہے۔ پس باطنی علم کے ذریعہ ہی اس راز تک پہنچ سکتے ہیں۔ باقی جملہ علوم و معارف اس راز کیلئے بمنزلہ چھال یا چھلکا کے ہیں (یعنی یہ ستر ان کے اندر مغزیہ گودا کی مانند ہے) اور جو ظاہری

علماء ہیں (یعنی جنہوں نے صرف علم ظاہر حاصل کیا اور باطنی علم سے بے بہرہ ہیں
 وہ بھی (کسی حد تک) واثقانِ انبیاء علیہم السلام میں شامل ہیں۔ بعض ان پر
 بمنزلہ صاحب الفروض ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین، فرائض و احکام جملہ
 والے ہیں) اور بعض بمنزلہ ذوی الارحام ہیں (یعنی انھیں انبیاء علیہم السلام کے
 ساتھ بہت دور کی نسبت ہے اور اس نسبت کے لحاظ سے انھیں کچھ
 ورثہ ملا ہے) ان علماء کو سطحی یعنی ظاہری علوم عطا کئے گئے ہیں تاکہ لوگوں کو
 اچھی نصیحت سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور وہ بلند مرتبہ مشائخین
 جن کا سلسلہ طریقت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ وابستہ
 انھیں دروازہ علم پر قرار گاہ علم (صدر مقام یا منبع علم) تک رسائی ہے اور وہ
 لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف یکتی تدبیر سے دعوت دیتے ہیں جیسا
 کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”حبیب اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خلق کو اپنے رب
 کی راہ کی طرف یکتی تدبیر اور اچھی نصیحت سے بلائے“ (یعنی دین اسلام کی
 دعوت دیکھو اور ان سے اس طریقہ پر بحث کیجئے جو سب سے بہتر ہو۔
 یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بلائیں۔ علماء ظاہر اور
 شاخِ اہل باطن کا قول بنیادی اصول کے لحاظ سے ایک ہی ہے (یعنی دونوں کا
 مقصد دعوت الی اللہ ہے خلق کو اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف بلانا) اور
 فروعاً میں مختلف ہیں۔ آئینہ مذکورہ میں جو تینوں معانی یا اصول بیان
 کیے ہیں (یعنی حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ) (باحسن طریقہ) وہ سب کے
 سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں موجود تھے۔ انکی ذات
 گرامی کے بعد کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ انکا متحمل ہو سکے۔ آپ نے ان کو
 تین قسموں میں منقسم فرمایا ہے۔

قسم اول :- علم الحال ہے وہ ان تینوں کا مغز یا لب لباب ہے اور ان مردانِ راہِ خدا کو عطا فرمایا ہے۔ جنکی ہمت اس کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ”مردانِ راہِ خدا کی ہمت پہاڑوں کو بنیاد سے اکھڑ دیتی ہے اور پہاڑوں سے مراد فساداتِ قلبی (سنگدلی) ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی دُعا اور ان کی گریہ و زاری سے مٹ جاتی ہے۔“ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے ”جس کو حکمت دی گئی بلاشبہ اس کو بڑی بھلائی دی گئی۔“

قسم دوم :- اس مغز یا گودے (یعنی علم الحال) کی چھال یا چھلکے (یعنی ظاہری علم) جو علمائے ظاہری کو ملتا ہے۔ اس سے مقصود خلق کو اچھی پسند و نصیحت کرنا ان کو بھلائی کا حکم دینا اور تمام بُرائیوں سے منع کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عالمِ علم و ادب کیساتھ نصیحت کرنا ہے اور جاہل مار پیٹ اور غیظ و غضب کے ساتھ۔“

قسم سوم :- وہ بمنزلہ قشر القشر (یعنی چھال کے اوپر ایک اور چھلکا کی مانند) ہے یہ اولی الامر (حکومت والوں) کے حصّہ میں آیا ہے۔ اس سے مراد اُن کا عدل ظاہری اور سیاست ہے جس کی طرف اس آیت کریمہ دُعا لہم بِالْبَیِّنَاتِ حَتّٰی اُخْرِجَ فِیْہِمْ اَشَارَہٗ کیا گیا ہے۔ یہ لوگ اکثر اوقات اپنے اقتدار حکومت اور غلبہ کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، اور دینی نظام و امور کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ ان کی مثال آخر و رٹ کے سبز (یعنی کچے) چھلکے کی ہے۔ اور علمائے ظاہر سُرخ (یعنی پختہ) چھلکا کی مانند ہیں۔ اور باطنی علماء کی مثال اس مغز یا گودے کی طرح ہے جو اس سُرخ و پختہ چھلکے کے اندر ہے۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”علماء کی صحبت میں بیٹھنا اور حکماء کے کلام کو

کان لگا کر (یعنی نہایت توجہ سے) سُننا تم پر لازمی ہے "کیونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح بارش کے پانی سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے (یعنی اس سے اناج نکالتا ہے) اسی طرح نورِ حکمت سے دل کو زندہ کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "وانا کسی گم شدہ چیز کے متلاشی کی طرح کلمہ حکمت کی تلاش میں پھرتا ہوں اور جہاں بھی اس کو پاتا ہوں لیتا ہوں"۔ وہ کلمہ جو عوام کی زبان پر ہے لوح محفوظ یعنی عالم جبروت سے نازل ہوا ہے جو درجات سے ہے۔ اور وہ کلمہ جو واصیلین پڑھتے ہیں۔ بزبانِ قدسی صفات کسی واسطہ کے بغیر لوح اکبر سے نازل ہوا ہے جو عالمِ قرب (یعنی عالم الہی) میں ہے۔ پس ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اسی لئے اہل تلقین کی تلاشِ حیاتِ قلب کے لئے فرض ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "علم کی تلاش اور تحصیل ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" اور اس سے مراد علمِ معرفت اور قربِ الہی ہے اس مقصد کیلئے سوائے اس علم کے جو ادائیگی فرائض کیلئے ضروری ہے۔ مثلاً علم فقہ، مسائلِ عبادات کے متعلق، باقی علوم ظاہری کی حاجت نہیں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اسی میں ہے کہ اس کے بندے مقامِ قرب کی طرف بڑھیں اور درجات کی طرف توجہ نہ کریں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "حبیب پاک! افرادِ کچھے میں (ہدایت اور ارشاد پر) تم سے اُجرت نہیں چاہتا مگر قرابت کی محبت ایک قول کے مطابق اس سے مراد علمِ قرب ہے۔



چھٹی فصل

تصوّف کے بیان میں

صوفیائے کرام کا اہل تصوّف کے نام سے موسوم ہونا ان وجوہات سے ہے (۱) نورِ معرفت اور توحید کے ذریعہ اپنے باطن کو حملہ آلائشوں سے پاک و صاف کرنے کی وجہ سے یا (۲) اس لئے کہ اصحاب صفہ کی طرف منسوب ہیں، اصحاب صفہ صحابہ اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک جماعت تھی جو ہمیشہ مسجد میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے یا (۳) صوف کے پہننے کے لحاظ سے (کیونکہ سلسلہ تصوف میں) ابتدائی (جو تصوف کے ابتدائی مرحلہ میں ہو) بکری کا کھردرا صوف پہنے۔ متوسط بکری کا صوف جو نہ زیادہ نرم ہو نہ سخت اور نہ تھوڑا نرم اُون کا لباس پہنے یعنی صوفِ مرقع (صوف کا لباس جس میں پیوند لگے ہوں) اور اسی طرح باطن میں بھی ان کے حالات مراتب کے حسبِ حال ہیں اور ان کا کھانا پینا بھی ان کے حالات اور ان کے مراتب کے مطابق ہے صاحبِ تفسیر مجمع نے لکھا ہے: "اہل زہد کو چاہیے کہ وہ کھردرا لباس پہنیں اور موٹا جھوٹا کھائیں اور بیس اور اہل معرفت عمدہ لباس پہنیں اور نفیس کھانا کھائیں" لوگوں کا اپنی منازل میں اپنے حسبِ حال رہنا سہنا سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہے تاکہ کوئی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ کیونکہ وہ (یعنی اہل معرفت) بارگاہِ ایزدی میں اعلیٰ مراتب والوں میں سے ہے۔ لفظ "تصوف" چار حروف پر مشتمل ہے۔ ت۔ ص۔ و۔ ف۔ "ت" سے مراد توبہ ہے اور وہ دو طرح کی ہے۔ توبہ ظاہری تو بہ باطنی۔

توبہ ظاہری یہ ہے کہ انسان قولاً وفعلاً اپنے تمام اعضاء ظاہری کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اطاعت کے کام اختیار کرے۔ نیز شریعت کے مخالف افعال سے توبہ کر کے اس کے احکام کے مطابق عمل کرے۔ توبہ باطنی یہ ہے کہ انسان دل کو آلائشوں سے پاک کر کے شریعت کے موافق اعمال صالحہ کی طرف رجوع کرے۔ پھر جب برائی نیکی سے بدل جائے تو ست کا مقام مکمل ہو گیا (یعنی اس کو کامل توبہ نصیب ہو گئی)

”ص“ کا مطلب صفائی ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) قلب کی صفائی (۲) مقام ستر کی صفائی۔ قلب کی صفائی یہ ہے کہ دل ان بشری کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہو جائے جو عموماً دل کے اندر پائی جاتی ہیں۔ مثلاً بکثرت کھانے پینے سونے اور گفتگو کرنے کی خواہشات۔ دنیوی رغبتیں مثلاً کسب (کمائی) اور کثرت جماع اور اپنے اہل و عیال کی حد سے زیادہ محبت وغیرہ وغیرہ۔ ان مذکورہ عادات ذمیمہ سے دل کو پاک و صاف کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ابتداء میں شیخ کامل کی تلقین سے ذکر الہی بالجہر اور بالالتزام کیا جائے (یعنی بلند آواز سے ہمیشہ ذکر الہی کرتا رہے) حتیٰ کہ مقام ذکر خفی ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جائیں۔“ یعنی ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت چھا جائے اور عظمت الہی کا خوف دل میں اس وقت پیدا ہوتا ہے۔ جب قلب غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے اور آئینہ دل صیقل ہونے کے بعد اس قدر شفاف ہو جائے کہ اس میں خیر و شر ایک غیبی صورت میں منقش ہو جائے (یعنی نیکی اور بدی کا نقشہ صاف صاف نظر آنے لگے) چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

”عالم نقش و نگار کرتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے“ (یعنی عالم خیر و شر کی خوبیاں اور نقائص کا نقشہ کھینچ کر عمل کی تلقین کرتا ہے اور عارف دونوں کے زنگ اتارتا ہے)

مقام ستر کی صفائی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے روگردانی کرنے اور اس کی محبت اور اسما و توحید کا زبانِ ستر (باطنی زبان) سے دائمی ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس جب انسان اس صفت کا مالک ہو جاتا ہے تو مقام ص مکمل ہو جاتا ہے۔

”و“ سے مراد ولایت ہے۔ یہ ایک مرتبہ ہے جو تصفیہ (صفائی قلب) کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”خبر دار ابیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ ان کیلئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔“

ولایت کا حاصل یہ ہے کہ انسان اپنے اندر اخلاقِ الہیہ پیدا کر لے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: ”اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا کرو اور جامعہ صفاتِ بشریت اُتار کر صفاتِ الہی کا لباس پہنے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جب میں کسی بندے کو دوست رکھتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں“ پھر وہ میرے ہی واسطے سے سنتا، دیکھتا، کلام کرتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔“ ماسویٰ اللہ سے اپنے باطن کو پاک و صاف کرو۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے حبیبِ پاک! فرما دیجئے حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل کو ٹٹنا ہی تھا۔“ پس مقام ”و“ حاصل ہو گیا۔

”ف“ سے مراد فنا فی اللہ ہے۔ جب صفاتِ بشری فنا ہو جاتی ہیں تو

صفاتِ باری تعالیٰ باقی رہ جاتی ہیں۔ چونکہ اس ذاتِ پاک کو نہ فنا ہے اور نہ ہی نہ وال۔ لہذا عیدِ فانی کو اس غیر فانی ذات کے ساتھ اور اسکی پسندیدگی اور قبولیت سے باقی باللہ کامرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور قلبِ فانی کو سترِ باقی کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”اسکی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔“ لہذا اس کی ذات اور خوشنودی کیلئے اعمالِ صالحہ کی کوفت برداشت کر کے جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا پالیتا ہے تو اس پر گزیدہ و پسندیدہ بندے کو راضی ہونے والی ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کے ساتھ بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اعمالِ صالحہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ انسان حقیقی (جو اس کے باطن کے اندر ہے) جسے طفلِ المعانی کہتے ہیں زندہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور حنیف کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔“ (یعنی اعمالِ نیک عمل کرنے والا کامرتبہ بلند کرتے ہیں)۔ ہر وہ عمل جس میں شرکتِ غیر اللہ ہو عامل کی ہلاکت کا باعث ہے۔ مکمل فنا کے بعد عالمِ قرب میں بقا حاصل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور یعنی اسکی بارگاہ کے مقرب میں۔“ اور یہ مقام عالمِ لاہوت میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کیلئے مخصوص ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”اللہ تعالیٰ اصادقوں کے ساتھ ہے۔“ پس حادث جب قدیم سے ملتا ہے تو اس کا وجود باقی نہیں رہتا جب فقرِ مکمل ہو جاتا ہے تو صوفی کو ہمیشہ کیلئے بقاعِ الحق (یعنی بقا باللہ) کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے؟“

ساتویں فصل

اذکار کے بیان میں

بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل ذکر کو ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور اس کا ذکر کرو جیسے اُس نے تمہیں (یعنی تمہارے مراتب ذکر کی طرف) ہدایت فرمائی" حضور سید الانبیاء، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کے ارشادات میں سے سب سے افضل کلمہ توحید لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین ہے ہر مقام کیلئے ایک خاص مرتبہ ہے خواہ وہ ظاہری ہو یا طنی "سب سے پہلے ذکر سرین کو زبانی ذکر (ذکر جہاں) پھر کیے بعد دیگرے ذکر نفس، ذکر قلبی، روحی، ستری، خفی اور اخفی الخفی کی تلقین فرمائی۔ ذکر اللسان یہ ہے کہ دل باواسطہ زبان اس ذکر الہی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جس کو وہ بھول چکا ہے۔ ذکر النفس اس ذکر کو کہتے ہیں جس کا سننا بذریعہ حروف اور آواز نہ ہو بلکہ وہ پوشیدہ طور پر جس و حرکت کے ذریعہ سنا جائے۔ ذکر قلبی دل کا اپنے اندر جلال و جمال الہی کا ملاحظہ کرنا ہے۔ ذکر روحی کا حاصل اللہ تعالیٰ کی تجلیات صفائی کے انوار کا مشاہدہ کرنا ہے۔ ذکر ستری مکاشفات اسرار الہیہ کی نگہداشت کرنا ہے۔ ذکر خفی سے مراد عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور سچ کی مجلس میں انوار ذات الہی (جل شانہ) کا دل کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔ ذکر اخفی الخفی کے معنی یقینی حقیقت کو اس طرح دیکھنا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا اس پر

مطلع نہ ہو (یعنی اس ذات حقیقی کی حقیقت کو دل کی آنکھ سے انتہائی یقین سے دیکھے کہ اس پر ذات حق کے سوا کوئی آگاہ نہ ہو)۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اللہ تعالیٰ بھید کو جانتا ہے اور اسے جو اس سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے" اور یہ (ذکر اخفی الخفی) جملہ علوم کی غایت اور تمام مقصد کی انتہا جان لو اگر تم روحانی مدارج طے کر کے آخری روح تک ترقی کر لو جو تمام رُوحوں سے لطیف ہے تو وہی طفل المعانی (انسان حقیقی) ہے جو کہ نہایت لطیف (پاکیزہ) اور مختلف اطوار (طریقوں) سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف بلانے والا ہے۔ بعض اکابر دین کا قول ہے یہ روح خاص بندوں کیلئے مخصوص ہے ان کے سوا کسی دوسرے کے لیئے نہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے روح (یعنی وحی) ڈالتا ہے"۔ یہ روح عالم حق تعالیٰ (یعنی عالم لاہوت) کے اندر ہمیشہ محو نظارہ قدرت اور مشاہدہ قدرت اور مشاہدہ حق میں مشغول رہتی ہے سوا کے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کے کسی طرف ملتفت نہیں ہوتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "دنیا اہل آخرت اور آخرت اہل دنیا پر حرام ہے اور اہل اللہ پر دونوں حرام ہیں" اس سے مراد طفل المعانی ہے اور بارگاہ الہی میں رسائی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان احکام شریعت کی اتباع کرنے کے لیے صحیح راستہ پر ہے۔ اپنے وجود کی دن رات نگہداشت کرتا رہے اور ہمیشہ سُرّاجہرّال پوشیدہ و بلند کا ذکر الہی میں مشغول رہے۔ کیونکہ طالبان حق کیلئے ہمیشہ یاد الہی میں رہنا ضروری کر دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اللہ تعالیٰ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کوٹ پر لیٹے" نیز فرمایا "وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بیٹھے اور کوٹ پر لیٹے"۔

اور کروٹ پھیلے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔

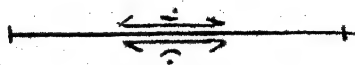
آٹھویں فصل شرائط ذکر کے بیان میں

یہ کہ ذکر پورے طور پر با وضو ہو۔ ضرب شدید اور قوی آواز نہ کیساتھ ذکر کا سلسلہ جاری رکھے۔ حتیٰ کہ اسے وہ انوار ذکر حاصل ہو جائیں جو اہل ذکر کے اندر پیدا ہوتے ہیں ان انوار کے باعث ان کے دلوں کو حیاتِ ابدی و اخروی نصیب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”اس میں (یعنی جنت میں) پہلی موت کے سوا پھر موت نہ چکھیں گے“ اور جیسے ارشاد حضور رسالتما علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے ”مومنین مرتے نہیں بلکہ دارِ فنا سے دارِ بقا میں چلے جاتے ہیں“ نیز فرمایا ”انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں ایسے ہی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جیسے اپنے گھروں میں“ یعنی اپنے رب کی مناجات کرتے ہیں۔ اس سے مراد ظاہری

نمازیں نہیں جو قیامِ تعویذ، رُوع اور سجود کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں بلکہ اس سے مقصود محض مناجات ہے جو بندوں کی طرف سے ہے اور مددِ معرفت جو اللہ عز و جل کی جانب سے ہے۔ پس عارفِ دلِ زندہ سے بکثرت مناجات کرنے سے محرمِ اسرارِ الہی ہو جاتا ہے پھر اسے موت نہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے ”میری آنکھ سوتی ہے اور دل ہمیشہ بیدار

رہتا ہے۔ ایک دوسری حدیث شریف میں فرمایا "جو شخص علم معرفت کی طلب میں قوت ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں دو فرشتے بھیجتا ہے جو قیامت تک اسکو علم معرفت سکھاتے رہیں گے اور بروز قیامت اپنی قبر سے ایک عالم اور عارف بن کر اٹھے گا۔ دو فرشتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے ولی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روحانیت مراد ہے کیونکہ فرشتہ عالم معرفت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کتنے ہی لوگ ہیں جو جاہل فوت ہوئے اور قیامت کے روز بحیثیت عالم اور عارف اٹھیں گے اور کہتے ہی اشخاص جو مر گئے درحالات کہ وہ عالم تھے وہ بروز حشر جاہل یا فاسق اور مغفل اٹھیں گے" جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے "تم اپنے حصّے کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انھیں استعمال کر چکے تو آج تمہیں عذاب رسوائی بدلا دیا جائیگا" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے" نیک آدمی کی نیت اس کے عمل کی نسبت بہتر ہوتی ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہوتی ہے۔ کیونکہ نیت عمل کی بنیاد ہے۔ حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے "صحیح بنیاد صحیح پر صحیح ہوتی ہے اور فاسد بنیاد فاسد پر فاسد ہوتی ہے"۔ نیت جو بنیاد عمل ہے جب صحیح ہوتی ہے تو اس پر عمل بھی صحیح ہوتا ہے اور جب نیت میں فساد واقع ہوتا ہے تو عمل بھی فاسد ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "جو شخص آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کی کھیتی اس کے لئے بڑھائیں (یعنی آخرت میں اس کو نیک اعمال کا زیادہ اجر دیں) اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اس میں سے ہم اسے کچھ دیتے ہیں (یعنی دنیا میں جتنا اس کیلئے مقدر کیا ہے) اور

آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں انسان کے لئے اشد ضروری ہے کہ دنیا میں فوت ہونے سے پہلے کسی کامل مُرشد کی تلقین سے حیاتِ قلبی اخروی (آخرت میں کام آنے والی) حاصل کرے۔ کیونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جب اس میں کچھ بویا ہی نہیں تو آخرت میں کیا کاٹ سکتا ہے (جب دنیا میں کوئی عمل بھی نہیں کیا تو عقبیٰ میں کیا اجر پاسکتا ہے) کھیتی سے عالم ملک میں نفسانی وجود کی زمین مُراد ہے۔



نویں فصل

دیدارِ الہی کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کا دیدار دو طریقے پر ہے (۱) آخرت میں بلا واسطہ آئینہ (قلب) اللہ تعالیٰ کے جمال کا دیدار اور (۲) صفاتِ حق کی دید دنیا میں بالواسطہ آئینہ قلب انوارِ جمالِ باری تعالیٰ کا عکس بچشمِ دل مشاہدہ کرنا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔" (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مُنور نے اس کی تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔) معنی یہ ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھا اور دل سے پہچانا (چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے "مومن آئینہ مومن ہے" پہلے لفظ مومن سے مُراد بندہ مومن کا دل ہے اور دوسرے سے ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ پس جس نے دنیا میں اس کی صفات کو دیکھا وہ آخرت میں اس کی ذات کو بلا کیف دیکھے گا اور اولیاءِ کرام نے دیدارِ جمال یا مشاہدہ صفات کے بارے میں

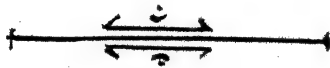
اس قسم کے دعوے فرمائے ہیں مثلاً حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک ہے "میرے دل نے میرے پروردگار کو میرے رب کے نور کے واسطے سے دیکھا۔ نیز حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد پاک ہے۔ "میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت تمہیں کی درحالانکہ میں نے اس کو نہ دیکھا۔" (یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کی عبادت کی ہے) یہ سارا مشاہدہ صفات حق تعالیٰ ہے جیسے کوئی شخص طاق یا درجہ وغیرہ سے سورج کی شعاع کو دیکھ کر وسعت کے لحاظ سے کہہ سکتا ہے کہ "میں نے سورج کو دیکھا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں اپنی صفات کے اعتبار سے اپنے نور کی مثال یوں بیان فرمائی ہے۔ "اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ وہ فانوس گویا ایک موتی کے مانند چمکتا ستارہ ہے، روشن ہوتا ہے بابرکت زیتون کے درخت سے" اکابر نے فرمایا ہے کہ مشکوٰۃ (طاق) سے مراد حومن کا دل ہے اور مصباح (چراغ) دل کے اندر جو شہ رمانہ ہے۔ یعنی روحِ سلطانی اور زجاجہ (فانوس) سے مراد قولہ (یعنی باطنی دل) ہے۔ جس کو اس کی انتہائی نورانیت درچمک (مک) کے باعث چمکدار موتی سے تشبیہ دی ہے۔ پھر اس نور کی کان کا ذکر فرمایا (یعنی اس کا منبع کہاں معدن یا کان اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے سونا، چاندی اور دیگر معدنیات نکالی جاتی ہیں) افرمایا یہ نور زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوتا ہے جس سے مراد شجرِ تلقین اور خالص توحید ہے جس کا منبع بلا واسطہ غیر ہے قدسی صفات زبان ہے جیسا کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنِ پاک کو درحقیقت ذاتِ باری تعالیٰ سے حاصل کیا اور سمجھا۔ بعدہ مصلحت عامہ اور کفار و منافقین کے انکار پر حجت قائم کرنے کی غرض سے سیدنا جبرائیل علیہ السلام

نازل ہوئے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا اپنا قول ہے بے شک آپ
 حکمت والے، علم والے کی طرف سے قرآن سکھائے جلاتے ہیں۔ اسی واسطے
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی کرتے تھے اور پیغام وحی میں سیدنا
 جبریل علیہ السلام سے سبقت لیجاتے تھے (یعنی جب سیدنا جبریل علیہ السلام
 قرآن کریم لے کر نازل ہوتے تھے تو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 ان کے پڑھنے سے پہلے ہی آیات پڑھ دیتے تھے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے
 یہ آیت نازل فرمائی ”حبیب پاک قرآن میں جلدی نہ کیجئے جب تک
 اس کی وحی پوری نہ ہوئے“ یہی وجہ تھی کہ سیدنا جبریل علیہ السلام شب معراج
 شریف پیچھے رہ گئے اور مقام سدرة المنہتی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ پھر اللہ تعالیٰ
 نے کلام پاک میں اس درخت (شجر تلقین و توحید) کا وصف بیان فرمایا۔
 ”وہ نہ شرقی ہے نہ غربی“ (یعنی نہ یورپ کا نہ بچھم کا) حدود و عدم (یعنی فنا) اور
 طلوع و غروب سے مبرا ہے بلکہ انہی اور غیر فانی ہے۔ جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ
 قدیم انہی ابدی اور غیر فانی ہے۔ اس طرح اس کی صفات بھی ہیں کیونکہ انوار
 اور تجلیات اور صفات اسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ جب تک آئینہ
 دل سے حجاب دور نہ ہو جائے اس کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔
 (حجاب رفع ہونے کے بعد) دل انوار الہی سے منور ہو جاتا ہے تو روح اس
 طاق (یعنی دل) سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کرتا ہے نیز یہ راز کھل جاتا
 ہے کہ جہاں کو پیدا کرنے سے اس خزانہ مخفی کا ظاہر کرنا مقصود ہے (جیسا کہ حدیث
 قدسی میں اس کا ذکر آیا ہے) ”میں ایک مخفی خزانہ (انوار) تھا میں نے ارادہ
 کیا کہ میں جانا جاؤں پہچانا جاؤں تو میں نے خلقت کو پیدا کیا تاکہ وہ مجھے پہچانے“
 (یعنی دنیا میں میری صفات کی معرفت حاصل کریں) اور مشاہدہ ذات حق تو

انشاء اللہ تعالیٰ بلا واسطہ آئینہ دل بنظر ستر (جسکو طفل المعانی کہتے ہیں) آخرت میں نصیب ہوگا۔

(نوٹ) یہ آنکھ باطن کے اندرونی حصے میں ہے جہاں مقام ستر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے پروردگار کو دیکھنے سے“ شاید اس سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول مبارک ہو ”میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ اس سے مراد طفل المعانی (انسان حقیقی) ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تجلی اس صورت پر روحانی آئینہ میں مشاہدہ کی۔ کیونکہ وہ صورت ایک روحانی آئینہ ہے اور تجلی اور متجلی (اس کے لئے تجلی فرمانے والا ذات باری تعالیٰ) کے مابین ایک واسطہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ صورت کھانے پینے اور وجودی خاصیات و اثرات سے پاک ہے۔ پس صورت ایک آئینہ ہے اور آئینہ اور دیکھنے والا غیر ذات باری ہے (مرئی = جو نظر آ رہا ہے) پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو وہ (یعنی مرئی جس کو دیکھ رہا ہے) بلاشبہ اس ستر کا مغز یا خلاصہ ہے اور یہ (رائی) دیکھنے والا (عالم صفات میں ہے۔ چونکہ وہ عالم ذات میں ہے جہاں اسباب و وسائل جل کر مٹ جاتے ہیں۔ لہذا اس عالم میں غیر اللہ کا نام و نشان نہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”میرے اپنے رب کو واسطے سے پہچانا۔ یعنی اپنے پروردگار کے نور کے واسطے سے اور انسان حقیقی اس نور پاک کا محرم ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے ”انسان میرا لڑکا اور میں اس کا لڑکا ہوں“ اور جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ”میں اللہ سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”میں نے (حبیب پاک حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو

اپنے چہرے کے نور سے پیدا کیا اور چہرے سے مراد ذات مقدرہ باری تعالیٰ ہے جو رحم الرحیم کی صفت میں جلوہ گر ہے (گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ذاتی نور سے پیدا کیا اور اپنی خاص صفت رحمت عطا فرمائی) چنانچہ ارشاد حق تعالیٰ ہے "بلاشبہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگی" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کا شان میں فرمایا "حسب پائے ہم نے آپ کو، تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجی ہے"۔ تیز فرمایا "تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے" (نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ~~کتاب~~ نور ہے اور کتاب مبین سے قرآن مجید)۔ حدیث قدسی میں فرمایا "اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔"



دسویں فصل

پر دے ہائے تاریکی و نورانی کے بیان میں

اس کی مثال جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "جو اس دنیا میں اندھا ہے (یعنی جس نے ایمان کی راہ یہاں نہیں پائی) پھر وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا (اور زیادہ گمراہ ہوگا) اور اندھا سے مراد دل کا اندھا ہونا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل کے اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہے اور دل کے اندھے ہونے کی وجہ حجاب غفلت ہے اور جہالت کا سبب انسان پر ظلماتی صفات کا غلبہ ہے (یعنی ایسی صفات یا

برائیاں جن سے انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے) مثلاً غرور، کینہ، حسد، بخل، تکبر، غیبت، چغلیخوری اور جھوٹ وغیرہ اور انسان کا پچھلی سے پچھلی حالت کی طرف تنزل کا باعث بھی یہی صفات ہیں۔ ان بڑی عادات و صفات سے رہائی پانے کا طریقہ یہی ہے کہ بذریعہ مصقل توحید مصقل یعنی صیقل کرنے والے کا اہل علم و عمل سخت مجاہدہ و ریاضت ظاہر اور باطناً آئینہ دل کو صیقل کیا جائے۔ یعنی دل کا زنگار دور کیا جائے حتیٰ کہ دل نور توحید اور صفات (الہیہ) سے زندہ ہو جائے پھر ہر وقت وطن کی یاد میں رہے اور اس کی طرف رجوع کرے وطن حقیقی کی محبت اور شوق دل میں پیدا کرے تو اللہ جل شانہ کی عنایت سے منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ حجاب ظلمانی اٹھنے کے بعد نورانیت باقی رہ جاتی ہے اور بندہ روحانی بینائی حاصل ہونے سے صاحب بصیرت اور (اللہ تعالیٰ کے) اسماء صفاتی کے نور سے روشن دل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پردہ ہائے نورانی بتدریج اٹھ جاتے ہیں تو نور ذات الہی سے منور ہو جاتا ہے۔

اور جان لے کہ دل کی دو آنکھیں ہیں۔ عین صغریٰ (چھوٹی آنکھ) اور عین کبریٰ (بڑی آنکھ) عین صغریٰ بالواسطہ نور اسماء صفاتی عالم درجات کے انتہائی مقام تک باری تعالیٰ کی صفات تجلیات کا مشاہدہ کرتی ہے اور عین کبریٰ شان یکتائی کے نور توحید کے واسطے سے عالم لاہوت اور عالم قرب الہی میں اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات کے انوار کا نظارہ کرتی ہے۔ انسان کو یہ مراتب موت اور وجود نفسانی کے فنا ہونے سے پہلے حاصل ہو سکتے ہیں اور بندے کو اس عالم میں رسائی بقدر انقطاع نفسانیت ہے (یعنی انسان کی نفسانیت جس قدر منقطع ہو جائے گی اسی کے مطابق اس کو عالم لاہوت میں

قرب الہی حاصل ہو جائے گا) اور وصول الی اللہ (اللہ تعالیٰ تک رسائی) اس طرح نہیں جس طرح جسم اور مجسم (جسم دار) علم اور معلوم (جو جانا گیا) عقل اور معقول (جو عقل میں لایا گیا) وہم اور موہوم میں رابطہ ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بندہ جس حد تک ترک، سوئی اللہ کرنے سے درجہ فنا حاصل کر لیتا ہے اسی کے مطابق اس کو ایسا مقام وصال نصیب ہو جاتا ہے جو قرب و بعد جہات و اطراف مقابلہ (آمنے سامنے ہونا) اتصال (وصل) اور انفصال (جدائی) سے مترا و متزا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی پہنائی میں اس کا ظہور ہے جو اپنی تجلی میں مستر ہے اور جس کی آشنائی میں نا آشنائی ہے۔ جس شخص نے دنیا میں اس حقیقت کو پالیا اور اپنے نفس کا محاسبہ کیا قبل اس کے کہ عالم عقبیٰ میں اُس سے باز پرس کی جائے تو وہی رہائی پانے والوں میں سے ہے۔ نہیں تو زمانہ مستقبل میں (یعنی آخرت میں) نفس کے کمزور فریب کا انجام کار انتہائی دشواریاں اور شکلات ہیں۔ مثلاً عذاب قبر، حساب، عیش، میزان (ترازو) ازل جہیں قیامت کے دن اعمال جانچے جائیں گے، خوف، پلصراط اور ان کے علاوہ دیگر ہولناک مناظر کا سامنا۔

گیارہویں فصل

سعادت اور شقاوت کے بیان میں

جان لو کہ لوگ ان ہر دو قسم کی صفات سے خالی نہیں ہیں اور ایسے ہی یہ دونوں علامات کبھی ایک ہی شخص میں پائی جاتی ہیں۔ جب اس آدمی کا خلاص نیکیاں بڑھ جاتی ہیں یعنی نفاست روحانیت سے بدل جاتی ہیں تو

سعادت اسکی شقاوت کی جگہ لے لیتی ہے۔ جب حرص و ہوا کے تابع ہو جاتا ہے تو معاملہ بالکل برعکس ہو جاتا ہے۔ جب ہر دو حیات کے لحاظ سے یعنی از روئے شقاوت و سعادت برابر ہوتا ہے۔ پھر بھی نیکی کا پلہ بھاری ہوتا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے ”جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔“ اور اس سے بھی زیادہ اور اس کی خاطر ترازو رکھی جاتی ہے کیونکہ جس کی نفسانیت قطعی طور پر روحانیت سے بدل جاتی ہے اس کے لئے ترازو رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ حساب کے بغیر آئے گا اور بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا اور اسی طرح وہ شخص جس کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا بغیر حساب دوزخ میں داخل ہوگا اور جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”جس کی تو لیس بھاری ہوئیں یعنی نیکیاں زیادہ ہوئیں وہ پسندیدہ زندگی میں ہیں۔“ اور جس کی برائیاں زیادہ ہوئیں تو اُسے اُس کے گناہوں کے مطابق سزا دی جائے گی۔ پھر وہ دوزخ نہ نکالا جائیگا اگر وہ ایماندار ہوگا اور جنت میں داخل ہوگا۔ سعادت و شقاوت مراد نیکیاں و برائیاں ہیں۔ جب ان میں سے ایک دوسری سے تبدیل ہو جائے۔ (یعنی جب نیکیوں کا غلبہ ہو تو انسان سعید ہے۔ اور اگر برائیوں کا پلہ بھاری ہو تو شقی ہے) جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے ”شقی کبھی سعید ہو سکتا ہے اور اسی طرح سعید کبھی شقی ہو سکتا ہے۔“ جب نیکیاں غالب آجائیں تو سعید ہو جاتا ہے اور برائیاں کا غلبہ ہو جائے تو شقی۔ پس جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے اُس کی شقاوت سعادت سے بدل دی جاتی ہے اور جو سعادت و شقاوت روزِ ازل سے ہر ایک کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے وہ ضرور اس کے شامل حال ہوگی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

ارشاد پاک ہے ”سعید ماں کے پیٹ میں ہی سعید ہے اور شقی ماں کے پیٹ میں ہی شقی ہے“ اس بحث میں الجھنا کسی کے لئے مناسب نہیں کیونکہ تقدیر کے اسرار میں بحث کرنے کا نتیجہ بے دینی ہے۔ کسی کے لئے جان کر نہیں کہ نوشتہ تقدیر کا بہانہ یا عذر پیش کر کے نیک اعمال ترک کر دے اور یوں اپنا شروع کر دے ”اگر میں ازل سے شقی (بد بخت) ہوں تو مجھے نیک عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور اگر میں سعید (نیک بخت) ہوں تو برا عمل مجھے ضرر نہیں پہنچا سکتا۔“ شیطان نے جب اپنے فعل کو تقدیر الہی کی طرف منسوب کیا (یعنی جب یہ خیال کیا کہ قدرت نے میرے مقدر میں یونہی لکھا تھا) تو نے کافر و مرتد ہو گیا اور حضرت سیدنا آدم علیہ وعلی نبینا افضل الصلوٰۃ واکمل السلام جب اپنے قصور کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا تو فلاح پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا۔ لہذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تقدیر کے راز میں غور و فکر نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ پراگندہ حال ہو جائے۔ اس بات سے ڈرتا رہے کہ زندہ اور بے دینی کے گڑھے میں نہ گر جائے (زندقی اُس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ ہو۔ ظاہر میں مومن اور باطن میں کافر ہو) ایماندار مسلمان کیلئے یہ عقیدہ رکھنا نہایت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اعز اسمہ دانا اور حکمت والا ہے اور یہ جملہ احوال اور کیفیات مثلاً کفر، نفاق اور فسق و فجور وغیرہ جو انسان اس دار فانی میں دیکھتا ہے، حکم کے ماتحت ہیں اور اللہ جل جلالہ کا نشانہ اُن سے اپنی قدرت اور حکمت کا ظاہر کرتا ہے۔ اودان میں ایک رازِ عظیم پوشیدہ ہے جس پر جناب حبیب کبریا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے سوی کوئی فرد بشر مطلع نہیں۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ کسی عارف نے راز و نیاز کی

کھٹکھٹو کرتے ہوئے بارگاہِ الہی میں عرض کی "الہی! تو نے اندازہ کیا تو نے ہو
 ارادہ کیا اور تو نے ہی میرے نفس میں معصیت کو پیدا کیا۔" بالف غیباً
 ندادی "اے میرے بندے۔ یہ شرط تو حیدر ہے۔ عبودیت کے لیے یہ شرط نہیں
 (یعنی بندے کو اس قسم کی باتیں کرنا زیب نہیں)۔ عارف نے دوبارہ عرض
 کی "الہی میں نے خطا کی میں نے گناہ کیا اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔" غیباً
 پھر آواز آئی "فرمایا میں نے بخش دیا، معاف فرمادیا اور میں نے رحم کیا۔" ہر ایمان
 پر لازم ہے کہ نیکی کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اور برائی کو اپنی شامت
 نفس کے سبب سے سمجھے۔ حتیٰ کہ اس کا شمار ان بندگان میں ہو جائے
 جن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور وہ لوگ جو کوئی بے حیائی کا کام
 کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ تعالیٰ کی یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی
 چاہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہ بخشا ہے۔" بندے کی بہتری اور بہبود
 اسی میں ہے کہ (برسبیل ادب) گناہوں کا پیدا کیا جانا اپنے نفس کی طرف
 منسوب کرے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرے۔ اگرچہ حقیقی خالق
 الانفال اسی کی ذات پاک ہے اور وہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث
 پاک ہے "الشَّعْثُ وَالسَّعِیدُ فِی بَطْنِ اُمِّی" (شعقی اور سعید اپنی ماں
 پیٹ میں ہی شعقی اور سعید ہے) تو اس میں لفظ اُم (یعنی ماں) سے
 مراد اربعہ عظام (یعنی مٹی۔ آگ۔ پانی۔ ہوا) ہے۔ جس سے قویٰ بشری پیدا
 ہوتے ہیں مٹی اور پانی علم و سعادت میں کیونکہ یہ دونوں اجزاء دل میں ایمان
 و علم اور تواضع کو زندہ کرنے والے اور ان کے نشوونما کا باعث ہیں۔ ان کے
 برعکس آگ اور ہوا ہر دو اجزاء جلادینے والے اور ہلاکت کا موجب ہیں۔
 پاک ہے وہ ذات جس نے ایک دوسرے کے مخالف اجزاء کو ایک

جسم میں اکٹھا کر دیا ہے جس طرح بادلوں میں پانی اور آگ، روشنی اور تاریکی کو جمع فرما دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وہ ہے خدائے تعالیٰ جو تمہیں دکھاتا ہے بجلی کہ اس میں دُراور اُمید ہے (دُراور اس لیے کہ اگر نقصان نہ پہنچائے اور اُمید اس لیے کہ وہ مینہ کی نشانی ہے اور بارش سے نفع اٹھانے کی اُمید ہوا کرتی ہے) اور بھاری بدلیاں (یعنی مینہ کی بھری ہوئی) اکٹھا تا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: "آپ نے اللہ تعالیٰ کو کس چیز سے پہچانا؟ فرمایا: "اجتماعِ اَضدادِ یعنی قدرتِ کاملہ کا یہ وصف دیکھو کہ مخالف اشیاء اور اجزاء مثلاً آگ و پانی وغیرہ کو باہم جمع کر دیا ہے" اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کے جلال و جلال کا آئینہ اور مجموعہ کون (خلاصہ عالم موجودات) کہا گیا ہے اور اس کو کون جامع (یعنی خلاصہ کائنات) اور عالم کبریٰ (یعنی سب سے بڑا جہاں) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں یعنی صفاتِ جلالی و جلالی سے پیدا کیا ہے۔ آئینہ میں کثافت اور لطافت دونوں صفات کا ہونا لازمی ہے۔ اس لیے یہ صفات الہیہ کا منظر آتم ہے۔ بخلاف باقی اشیاء کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہاتھ یعنی صرف ایک صفتِ لطف (یعنی جلالی سے پیدا فرمایا مثلاً فرشتے جو صرف اسمِ ستوح قدوس کے منظر میں (یعنی ہر وقت باری تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول ہیں) اور صفتِ قہر سے الیس اور اس کی اولاد کو پیدا کیا وہ منظر اسمِ جبار ہیں) اس لیے انھوں نے سرکشی کی اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ چونکہ انسان تمام کائنات کی علوی اور سفلی صفات کا جامع ہے (یعنی اس میں تنزل اور ترقی کرنے کی دونوں صفات موجود ہیں) اس لیے انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام

لغزش سے خالی نہیں رہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام منصب نبوت اور رسالت پر فائز ہونے کے بعد معمولی لغزشوں کو نظر انداز کر کے باقی تمام کبر گناہوں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں مگر اولیاء معصوم نہیں ہیں اور کہا گیا ہے کہ کمال ولایت کو پہنچ کر (یعنی ولایت کا انتہائی مقام حاصل کر کے بعد) اولیاء بھی کبیرہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ شیخ شفیق بلو رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سعادت (یعنی نیک بختی) کی پانچ علامات ہیں (۱) دل کا نرم ہونا (۲) کثرت سے گریہ و زاری کرنا (۳) دنیا کی لذتوں کو کنارہ کش کرنا (۴) اُمیدوں کا کوتاہ ہونا (۵) بکثرت حیا کرنا اور شقاوت (یعنی بدی) کی بھی پانچ علامات ہیں (۱) فسادات قلبی (۲) جمود العین (یعنی آنکھ سے آنسوؤں کا جاری نہ ہونا) (۳) دنیا کی رغبت (۴) دراز اُمیدیں (۵) قلت حیر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے۔ سعید ہونے کی چار علامات ہیں (۱) جب اس کو امن بنایا جاتا ہے تو عدل کرتا ہے (۲) جب عہد کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے (۳) کلام کرتا ہے تو سچ بولتا ہے (۴) کسی سے باہمی جھگڑا ہو جائے گا لی گلوچ سے احتراز کرتا ہے اور شقی کی بھی چار علامات ہیں (۱) جب امن بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے (۲) وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (۳) جب کلام کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۴) کسی کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے تو گالی گلوچ کرتا ہے اور اپنے بھائیوں کی لغزش سے درگزر نہیں کرتا۔ حالانکہ عفو (یعنی کسی کی خطا سے درگزر کرنا) دین اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمارے ائمہ و مولا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو عفو کا حکم دیا ہے محبوب پاک! معاف کرنا اختیار کیجئے اور بھائیوں کا حکم دیجئے اور جاہل و اعراض فرمائیے یعنی ان سے روگردانی کیجئے اور ان سے جھگڑا نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ

اس آیت کریمہ میں نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو لوگوں کے گناہوں سے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ تمام امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ ایک اعلان عام ہے۔ کیوں کہ جب کسی کامیپے بادشاہ کی طرف سے کسی حاکم کے نام کوئی حکم صادر ہوتا ہے تو اس کے زیر فرمان تمام اہالیان شہر بھی اس حکم میں شامل ہوتے ہیں اگرچہ مخاطب صرف حاکم علاقہ ہوتا ہے۔ "اس فقیر نے جَرِّحُذِ الْعَفْوِ کی شرح کی ہے تو اس میں خُذ سے مراد یہ لی ہے کہ اپنے اندر عفو کی دائمی عادت پیدا کرو۔ چنانچہ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرنا جس کی عادت میں داخل ہو گیا ہے وہی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے اسم عَفْو کے رنگ میں رنگا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے "پس جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔" جانو کہ تربیت کے اثر سے شقاوت سعادت سے اور سعادت شقاوت بدل جاتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "ہر یکہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین چاہیے اسے یہودی بنالیں یا نصرانی یا ہتھ پرست الخ" یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ ہر شخص میں سعادت و شقاوت کی قابلیت موجود ہے۔ کسی کے حق میں یہ کہنا درست نہیں کہ فلاں شخص قطعی سعید یا شقی ازلی ہے۔ بلکہ جب کسی شخص کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں تو اس کو سعید کہنا درست ہے اسی طرح جس کی برائیاں زیادہ ہوں اس کو شقی کہنا جائز ہے۔ اس کے سوا اگر کوئی شخص غیر کلمہ کہتا ہے تو وہ گمراہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ انسان بغیر عمل اور توبہ کے جنت میں اور بغیر جرم و خطا کے دوزخ میں داخل ہو گا اور یہ عقیدہ صریحاً آیت قرآنی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ

نیکیوں کا دل اور اہل ایمان کو جنت کا وعدہ دیا ہے اور کافروں، مشرکوں اور گنہگاروں کو دوزخ کا وعدہ دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
 جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے کو اور جو بُرائی کرے تو اپنے بُرے کو۔ نیز فرمایا کہ آج کا دن ہر نفس اپنے کئے کا بدلہ لاپائیدار آج کسی پر زیادتی نہیں۔ پھر فرمایا۔
 ”آدمی کیلئے اتنا ہی صلہ ہے جتنی اس نے کوشش کی“ نیز ارشاد باری ہے۔ اور جو مجھ لائی اپنی جانوں کیلئے آگے بھیجے گا اسے اللہ تعالیٰ کے یہاں پاؤ گے۔“

بالمہویں فصل

فقراء کے بیان میں

فقراء کو جو صوفیا کے سے موسوم کیا گیا ہے تو بعض کے نزدیک اس کی چند ایک وجوہات ہیں (۱) یہ کہ وہ صوف یعنی پشم کا لباس پہنتے تھے یا (۲) انھوں نے اپنے دلوں کو دنیوی آلایشوں سے پاک و صاف کر لیا (۳) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر غیر کے خیال سے ان کا دل خالی ہو گیا اور ایک گروہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ہر روز قیامت فقراء عالم قرب میں پہلی صف میں کھڑے ہوں گے (۴) ان کو صوفیہ کا لقب دیا گیا ہے (۵) کیونکہ عالم بلحاظ تعداد چار ہیں (۱) عالم ملک (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت (۴) عالم لاہوت یعنی عالم حقیقت۔ اسی طرح علوم بھی چار ہیں (۱) علم شریعت (۲) علم طریقت (۳) علم معرفت (۴) علم حقیقت اور انوارِ وحی کی بھی چار اقسام ہیں (۱) روح جمالی (۲) روح نورانی (۳) روح سلطانی (۴) روح قدسی

اور اسی طرح تجلیات بھی چار اقسام کی ہیں (۱) تجلی آثار (۲) تجلی افعال (۳) تجلی صفات (۴) تجلی ذات اور عقل کی بھی چار اقسام ہیں (۱) عقل معاش (۲) عقل معاد (۳) عقل روحانی (۴) عقل کل اور بمقابلہ ہر چار عالم مذکورہ کے علوم ارواح تجلیات اور عقول ہیں لوگوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو دائرہ علم اول روح اول تجلی اول اور عقل اول کے اندر محصور ہے یعنی یہ لوگ اس سے آگے تر قی نہیں کر سکے۔ ان کا مقام پہلی جنت یعنی جنت الماویٰ میں ہے فرق ثانی میں وہ لوگ شامل ہیں جو حد و ثانی روح ثانی تجلی ثانی اور عقل ثانی سے تجاوز نہیں کر سکے ان کا مقام دوسری جنت یعنی جنت نعیم میں ہے اور تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جن کی استعداد علم معرفت روح سلطانی تجلی صفات اور عقل روحانی تک محدود ہے ان کا مقام تیسری جنت یعنی جنت الفردوس ہے۔ یہ سب لوگ ان اشیاء کی حقیقت سے بے خبر رہے ہیں اور فقراء عارفین میں سے اہل حق نے ان سب مقامات سے روگردانی کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کی اور مقام حقیقت و قرب کو پایا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی محبت میں گرفتار نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کی ”فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ“ (پس اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگو) اور جیسا کہ ارشاد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ”دُنْیَا وَآخِرَتُ لَیْلِ اللَّهِ بِرِ حَرَامٌ“ حرام سے مراد یہ ہے کہ اہل اللہ نے خود اپنے نفسوں پر ان کی طلب اور محبت حرام کر دی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت یہ ہر دو مقام نہ تو حرام ہیں اور نہ ہی ان پر حرام کئے گئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہم محدث (نوپیدل) ہیں اور دنیا و آخرت بھی حادث، لہذا حادث کس طرح حادث کا طالب

ہو سکتا ہے بلکہ حادث پر واجب ہے کہ وہ محدث (پیدا کرنے والے) کی طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے "فقراء سے محبت رکھنا میرے ساتھ محبت رکھنا ہے" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے "فقر میرا فخر ہے اور میرے لیے باعثِ ناز ہے" اس فقر سے وہ فقر مراد نہیں جو عوام میں مشہور ہے بلکہ فقر حقیقی سے مراد اقتدارِ الٰہی ہے (یعنی محض اللہ عز و جل کے فضل و کرم کا محتاج ہونا) اور اس کی ذات کے سوا دنیا اور آخرت کی تمام لذتوں اور نعمتوں کا ترک کر دینا ہے یعنی انسان کو فنا فی اللہ کا وہ مقام حاصل ہو جائے کہ اس کے نفس میں اس کے نفس کیلئے کوئی شے باقی نہ رہے اور اس کے دل سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے کسی کی سمائی نہ ہو۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "میری زمین و آسمان میں سمائی نہیں ہے لیکن میں اپنے مومن بندے کے قلب میں سما جاتا ہوں" اور مومن سے مراد وہ شخص ہے جس کا دل بشری آلائشوں سے پاک و صاف ہو گیا اور اغیار کے خیال سے خالی ہو گیا تو اُس کے شفاف آئینہ قلب میں ذاتِ حق یعنی عکسِ جمالِ ذاتِ کی سمائی ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

عرش اور جو اس کے گرد و پیش ہے اگر گوشِ ہائے عارف کے کسی کو نے میں ڈال دیئے جائیں تو اس کو ان کا احساس تک نہ ہو۔ جس نے اللہ تعالیٰ دوستوں کو دوست رکھا تو آخرت میں وہ ان کے ساتھ ہو گا ان سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے کا اشتیاق اور جذبہ شوق لقا باری تعالیٰ دل میں موجزن ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔

شیکو کا میری ملاقات کیلئے بے تاب رہتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میں ان کا اشد مشتاق ہوں۔ اور وہ جو لباس پہنتے ہیں وہ تین قسم کا ہے جیسا کہ ہم تیسری فصل میں ذکر کر چکے ہیں اور ان کے اعمال کی یہ کیفیت ہے کہ مبتدی کے عمل میں نیکی اور بدی کے دونوں رنگ پائے جاتے ہیں اور متوسط کے عمل میں صرف نیکی کے مختلف رنگ پائے جاتے ہیں۔ مثلاً انوار شریعت طریقت اور معرفت اور اسی طرح ان کے باطنی لباس مختلف رنگوں کے ہیں مثلاً سفید نیلگوں اور سبز کے۔ نقی کا عمل سورج کے نور کے مانند (یعنی جس طرح سورج کی روشنی کوئی رنگ قبول نہیں کرتی) تمام رنگوں سے ہوتا ہے اور اسی طرح اس کا لباس بھی سیاہ رنگ کی مانند (جس پر کوئی دوسرا رنگ نہیں چڑھ سکتا) تمام رنگوں سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ علامت ہے اس کے نور معرفت کا نقاب یعنی حجاب اٹھ جانے کی۔ یہ نقاب نور معرفت اسی طرح ہے جس طرح رات نور شمس کا نقاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا اور دن کو روزگار کیلئے بنایا۔“ اس قول میں صاحب عقل سلیم اور عالم علم حقیقت کے لئے ایک لطیف اشارہ ہے اور نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں مقبولان بارگاہ کی زندگی قید خانہ غربت، غم و الم، محنت و مشقت اور ظلمت رنج میں گزر جاتی ہے جیسا کہ حضور پر نور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد علی ہے: ”دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔“ اس ظلمت کدہ میں ظلمانی لباس (سیاہ یا ماتمی لباس) اسی موزوں ہے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے: ”انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بڑی آزمائشوں میں ڈالے گئے۔“ یعنی بلا ان پر مسلط کر دی گئی (جتنا کوئی زیادہ مرتبہ والا اتنا ہی زیادہ کٹری

آزمائش میں آیا۔ سیاہ لباس پہنا اور کالے رنگ کا عمامہ باندھنا
 مُصِیبت اور آزمائش کی علامت ہے اور ان سوگواروں اور مصیبت زدوں کا
 لباس ہے جن میں حصولِ مراتب (مثلاً کمکاشفہ مشاہدہ معائنہ کی قابلیت
 جاتی رہی جو اپنی مردہ دلی کے باعث حیاتِ ابدی سے محروم ہو گئے۔ جن کے جذباتِ
 ذوق و شوق، عشقِ الہی، روحِ قدسی مردہ ہو گئے اور مرتبہ قرب و وصال
 حاصل نہ کر سکے اور یہ امورِ عظیم ترین مصائب سے ہیں ایسے شخص کیلئے
 عمر بھر ماحمی لباس پہننا نہایت لازمی ہے کیوں کہ وہ اخروی منفعت کو بٹھا
 یہ سلسلہ ایسے ہی ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ
 کا حکم ہے کہ وہ چار ماہ اور دس دن ماحمی لباس پہنے یہ سبب اس دنیوی
 منفعت کے فوت ہو جانے کے اور جس کی اخروی منفعت فوت ہو جائے
 تو اس کے لئے مدتِ ماتم غیر تنہا ہی ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو خطرہٗ عظیم درپیش رہتا ہے
 اور یہ فقر اور فنا کی صفت ہے" اور حدیث شریف میں جو آیا ہے الْفَقْرُ
 مَوَادُّ الْوُجْدِ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ (یعنی فقر دونوں جہانوں میں روسیاهی کا
 نام ہے) تو اس کے معنی یہ ہے کہ فقر سوائے توبہ ذاتِ باری تعالیٰ کے کوئی رنگ
 قبول نہیں کرتا ہے اور سیاہی بمنزلہ خالِ رُخِ جمیل ہے اس کی خوبصورتی
 اور حسن کو دھلا کر دیتا ہے۔ جب مقررینِ خدا جمالِ الہی کا نظارہ کر لیتے ہیں
 تو اس کے بعد ان کی آنکھوں کا نور کسی غیر اللہ کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔
 اور اس کی ذات کے سوا وہ کسی کو نگاہِ محبت سے نہیں دیکھتے بلکہ دونوں
 جہانوں میں اللہ تعالیٰ ہی ان کا محبوب و مطلوب ہوتا ہے اور ان کے
 دلوں سے غیر اللہ کی طلب مٹ جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے

پیدا کیا ہے کہ وہ اس ذات پاک کی معرفت اور قرب حاصل کرے۔
لہذا انسان کیلئے نہایت ضروری ہے کہ دونوں عالم میں اس ذات کی تلاش
کرے جس کی طلب کیلئے پیدا کیا گیا ہے، ایسا نہ ہو کہ اس کی عمر بے سود
اور بے ہودہ کاموں میں ضائع ہو جائے اور اسے اس دُنیا سے کوچ کر کے
بعد اپنی عمر رائیگاں جانے کے باعث ہمیشہ کیلئے بارِ ندامت اٹھانا پڑے۔

تیرھویں فصل

طہارت کے بیان میں

طہارت بھی دو قسم کی ہے (۱) طہارت ظاہری جس کے حصول کیلئے
شریعت کے پانی کی ضرورت ہے اور (۲) طہارت باطنی جو توبہ، تلبیس،
تصفیہ اور اہل طریقت کی راہ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب
نجاست وغیرہ کے خارج ہونے سے وضو شریعت ٹوٹ جائے تو پانی سے
تازہ وضو کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔
”جس نے تازہ وضو کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو تازہ کیا“ اور جیسا کہ دوسری
حدیث میں ارشاد فرمایا ”وضو پر وضو نور علی نور“ یعنی نہایت مفید اور افضل
فعل ہے۔ جب بُرے افعال اور ذلیلہ اخلاق (مثلاً تکبر، غرور، حسد، کینہ، غیبت،
بہتان، جھوٹ اور مثل آنکھ کان، ہاتھ اور پاؤں کی خیانت کے باعث
باطنی وضو فاسد ہو جائے تو اس کی تجدید کا طریقہ یہ ہے کہ ان مفسدات
(باطنی وضو) یعنی مذکورہ گناہوں سے سچی توبہ کرے۔ ان سے استغفار کرے
اور اپنی معصیت پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اعمال فاسدہ

و اعتقادات باطلہ کا قلع قمع کرے۔ عارف کے لئے نہایت لازمی ہے
ان آفات سے اپنی توبہ کی نگہداشت کرے (یعنی اپنے آپ کو ان
گناہوں سے محفوظ رکھے) تاکہ اس کی نماز کامل اور مکمل ہو جائے جیسا کہ
ارشاد باری تعالیٰ ہے "یہ وہ ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو ہر رجوع
لانے والے نگہداشت والے کے لئے" ہر دن اور رات کے لئے ظاہری
وضو کا وقت مقرر ہے اور باطنی وضو دائمی انتہائے عمر تک ہے عمر سے
مراد مدت حیات دنیوی و اخروی ہے مگر باطنی ابدی ہے جس کی انتہا نہیں

چودہویں فصل

شریعت اور طریقت کی نماز کے بیان میں

جو نماز شریعت ہے تو اس کا علم ہمیں اللہ کے اس قول حَافِظُوا
عَلَى الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةُ أَوْسَطُ (نگہبانی کرو۔ سب نمازوں کی
اور درمیانی نماز کی) سے ہو گیا۔ نماز شریعت سے مراد اعضاء ظاہری
(مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ) اور حرکات جسمانی سے نماز کے ارکان قیام قنوت
رکوع سجود قعود آواز اور الفاظ وغیرہ کی ادائیگی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ
نے اپنے ارشاد حَافِظُوا عَلَى الصَّلَاةِ میں جمع کا لفظ فرمایا ہے۔ وہ جو
نماز طریقت ہے تو وہ دائمی قلبی نماز ہے جو اس آیت کریمہ مذکورہ میں صلوٰۃ
وسطی یعنی نماز قلبی تعبیر کی گئی ہے کیونکہ دل جسم کے وسط میں پیدا کیا گیا
ہے یعنی دائیں اور بائیں پہلوؤں کے درمیان میں جسم کے بالائی اور نیچے

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "تحقیق اولادِ آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں جسطرح چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ دو انگلیوں سے اللہ تعالیٰ کی تہ و لطف کی دو صفات مراد ہیں۔ آیہ کریمہ اور حدیث مذکورہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حقیقی نماز قلبی نماز ہے۔ جب انسان اس نماز سے غافل ہو گیا تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اور جب قلبی نماز فاسد ہو گئی تو اس کی ظاہری نماز بھی خراب ہو گئی۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے "حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی؟ کیوں کہ نمازی (نماز میں) اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار کر کے دُعا اور التجا کرتا ہے اور مناجات کا مقام دل ہے۔ جب قلب غافل ہو تو اس کی باطنی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ظاہری نماز بھی کیوں کہ دل اصل (بنیاد) ہے اور باقی اعضاء اس کے تابع ہیں جیسا کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "انسان کے جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹوٹھرا ہے جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ جب وہ بگڑ جائے تو سارے کا سارا جسم خراب ہو جاتا ہے" سن لو وہ گوشت کا ٹوٹھرا دل ہے نماز شریعت کیلئے دن رات میں پانچ اوقات مقرر ہیں اور سنت طریقہ یہ ہے کہ یہ نماز بلا ریا یا تصنع مسجد میں قبلہ رخ ہو کر امام کے پیچھے یا جماعت ادا کی جائے (اور یہ فرض ہو چکا) اور نماز شریعت دائمی نماز ہے اس کے لئے تمام عمر درکار ہے۔ اس کی مسجد قلب ہے اور اس کی جماعت تمام قوائے باطنی کا مل کر باطنی زبان سے اسماءِ توحید کے ذکر میں مشغول ہونا ہے اس کا امام دل کے اندر جذبہ شوق ہے۔

اور اس کا قبلہ حضرت احدیت (جل جلالہ) اور جمالِ صمدیت یعنی قبلۃ الحقیقت ہے۔ دل اور روح دونوں علی الدوام اس نماز میں مشغول ہیں۔ دل نہ سوتا ہے اور نہ ہی اس کو موت ہے بلکہ نیند اور بیداری میں مشغول ہے اور قلبی نماز دل زندہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس میں نہ آواز ہے اور نہ قیام و قعود۔ اپنے نبی کریم علیہ التمجید والتسلیم کی اتباع کرتے ہوئے دل اللہ تعالیٰ کو ان کلمات (یعنی اَیَّاکَ نُعْبُدُ وَ اَیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ) سے مخاطب کرتا ہے۔ تفسیر قاضی میں آیا ہے اس آیت کریمہ میں عارف کے حال کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی حجابی کیفیت اُٹھ جاتی ہے اور بارگاہِ یکتا (جل شانہ) میں اُسے حضوری کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ان مقربانِ الہ کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ جن کے حق میں حضور سرورِ دو جہاں مالک کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اُنبیاء (علیہم السلام) و اولیاء (اکرام) اپنی قبروں میں ایسے ہی نمازیں پڑھتے ہیں۔ جیسے اپنے گھروں میں۔ یعنی اپنے زندہ دنوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مناجات میں مشغول رہتے ہیں۔ جب ظاہری اور باطنی دونوں نمازیں جمع ہو جائیں تو نماز مکمل ہو جاتی ہے اور اس کا اجر عظیم اللہ تعالیٰ کی جناب میں روحانی قرب اور جنت میں درجات جسمانی ہیں اس قسم کا نمازی ظاہراً عابد ہوتا ہے اور باطناً عارف اگر حیاتِ قلب حاصل نہ ہونے کے باعث نمازِ طریقت اور نمازِ شریعت کی یکجائی کسی نمازی کو نصیب نہ ہو تو وہ ناقص ہے اس کا اجر درجات سے ہے قربات سے نہیں (یعنی اسکو جنت میں درجات مل سکتے ہیں قربِ الہی سے محروم رہتا ہے)

پندرہویں فصل

عالم تجرید میں طہارت معرفت کا بیان

طہارت معرفت دو قسم کی ہے (۱) وہ طہارت جس سے معرفت صفات الہیہ حاصل ہو جائے (۲) وہ طہارت جس سے معرفت ذات یاری حاصل ہو جائے۔ طہارت معرفت صفات الہیہ تلقین (مرشد کامل) اور آئینہ قلب کو بان واسطہ ذکر اسماء توحید نقوش بشریت اور حیوانیت سے صاف کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی (یعنی جب دل کا آئینہ بشری نقش و نگار کے اثرات اور اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جاتا ہے) تو چشم دل کو اللہ تعالیٰ کے صفاتی نور سے ایسی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ آئینہ دل میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا عکس دیکھتا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد علی ہے "مومن اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے" نیز فرمایا "مومن آئینہ قلب ہے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "عالم نقش و نگار کرتا ہے اور عارف صیقل کرتا ہے" اسماء توحید کے دائمی ذکر و شغل سے جب آئینہ قلب باطل پاک و صاف ہو جاتا ہے تو اس میں معرفت صفات الہیہ کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ جو طہارت معرفت ذات یاری اس کا حصول مقام ستر میں بارہ اسماء الاصول میں سے ہیں آخری اہم توحید کے دائمی ذکر و شغل سے ہے اس اشتغال دائمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (دل کے اندر) مقام ستر میں جو باطنی آنکھ ہے اس کو نور توحید سے بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جب انوار الہی جلوہ فرماتے ہیں تو بشریت و حدت انوار الہی سے برف یا

گھٹی کی طرح بیکھل جاتی ہے اور بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ پس یہ فنا اور فنا الفنا کا مقام ہے اور یہ تجلی تمام قسم کے انوار کو مٹا دیتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔" نیز فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل لکھا ہوا اُسی کے پاس ہے۔" پس روح قدسی جو اُس ذات سے ہے اُسی کے ساتھ اسی میں اور اسی کیلئے باقی رہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نور سے اُسی ذات کا مشاہدہ بلا کیفیت اور تشبیہ کرتا رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اس جیسا کوئی نہیں۔" اس وقت محض نورِ مطلق باقی رہ جاتا ہے اس سے آگے جو معاملہ ہے اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ عالم فنا ہے وہاں نہ عقل باقی رہتی ہے جو اس کی بابت آگاہ کرے اور نہ وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی محرم اسرار ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں نہ کسی فرشتہ مقرب اور نہ کسی نبی مرسل کو گنجائش ہے۔" پس یہ عالم تجرید (یعنی تنہائی) ہے۔ جس میں کسی غیر اللہ کو گنجائش نہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تنہائی اختیار کرو اور مجھے پالے" (یعنی تمام چیزوں سے فارغ ہو کر) حتیٰ کہ اپنی ہستی کو بھی مٹا کر میری طرف آیا تو مجھے پالے گا" تجرید سے مراد صفات بشری کا کلیتہً فنا ہونا ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "اپنے اندر اخلاق الہیہ یعنی اس کی صفات پیدا کرو۔"



سُلوہیں فصل

زکوٰۃ شریعت اور طریقت کے بیان میں

زکوٰۃ شریعت سے مراد یہ ہے کہ انسان دُنیا میں جو کمائی کرے جب وہ (حدِ نصاب) کو پہنچے تو اس میں سے ہر سال وقتِ معینہ پر جو مال از روئے شرحِ نصاب جمع ہو اس کو شریعت کے احکام کے مطابق متحققین میں تقسیم کرے۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ اخروی کمائی (یعنی اعمال جو آخرت کیلئے ہیں) سے فقراء دین اور مساکین اخروی (جن کے پاس آخرت کیلئے زادِ عمل نہیں) میں تقسیم کیا جائے۔ قرآن مجید میں اس زکوٰۃ کو صدقہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "صدقات تو فقراء کے لئے ہی ہیں" کیونکہ وہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں پہنچ جاتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو قبولیت کا خُرفِ حلال ہو جاتا ہے اور یہ زکوٰۃ دائمی ہے (یعنی اس کے لئے وقت یا سال معین نہیں ہے) اور اس سے مراد ایصالِ ثواب کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے گنہگاروں کو اخروی کمائی کا ثواب بخش دیا جاتا ہے تو ان کے گناہ (مثلاً صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ نماز روزہ اور حج و تہلیل و تلاوتِ قرآن مجید اور سخاوت وغیرہ اور دیگر اعمال صالح کرنے میں جو کوتاہیاں کی ہیں) اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور اس کی اپنی نیکیوں سے اس کی ذات کے لئے کوئی ثواب باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ (نیکیوں کے لحاظ سے) وہ بالکل مفلس ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سخاوت اور افلاس کو پسند فرماتا ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ

والسلام نے ارشاد فرمایا "مفلس دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے" اور البعد و البعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "الہی دنیا سے جو میرا حصہ ہے وہ کافروں کو عطا کر دے اور عاقبت سے جو میرا نصیب ہے وہ مومنین کو عطا فرما دے۔ میں دنیا سے سوئے تیرے ذکر کے کچھ نہیں چاہتی اور عاقبت صرف تیرے دیدار کی طلب گار ہوں" پس جس بندے کی جان اور مال اپنے مولا کے لئے وقف ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ایک نیکی کے بدلے ویسی دس نیکیوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں" اور زکوٰۃ (زکوٰۃ طریقت) کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ قلب کو نفسانی صفات سے پاک کیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کوئی جو اللہ (تعالیٰ) کو عرضِ حسنہ دے تو اللہ (تعالیٰ) اس کے لئے بہت گنا بڑھا دے گا۔ نیز فرمایا "بیشک وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو ستھر کیا" (یعنی نفس کو برائیوں سے پاک کیا) اس دائرہ میں فرض سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی ذاتِ کریم کی خاطر بلا منت (یعنی احسانِ جتائے کے) بلکہ شفقت و مروت کرتے ہوئے دولتِ اعمالِ صالحہ سے اس کی مخلوق میں خیرات کرنا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اپنے صدقے احسانِ جتا کر اور ایذا دے کر باطل نہ کرو"۔ یعنی اپنے صدقات کے عوض میں دنیا طلب نہ کرو (اور نہ تمہارے صدقات ضائع ہو جائیں گے) پس اس قسم کا اتفاق (یعنی جو مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے اور اس میں ریا کاری اور دنیا طلبی مقصود نہ ہو) وہ فی الحقیقت رضا الہی کے لئے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی محبوب اور مرغوب چیز خرچ نہ کرو۔"

سترہویں فصل

شرعت اور طریقت کے روزے کے بیان میں

روزہ شریعت یہ ہے کہ دن میں (یعنی صبح صادق سے لے کر شام تک) کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کیا جائے اور روزہ طریقت یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن میں اپنے اعضاء کو شب و روز محرمات اور مناہی (یعنی شریعت میں جو باتیں حرام اور ممنوع ہیں) اور دیگر برائیوں مثلاً تکبر و غرہ سے باز رکھے، اگر وہ مذکورہ افعال ذمہ میں سے کسی ایک گناہ کا مرتکب ہوگا تو اس کا روزہ طریقت باطل ہو جائے گا۔ شریعت میں جو روزہ فرض ہے اس کا وقت معین ہے اور روزہ طریقت دائمی تمام عمر کے لیے ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد غالی ہے: ”بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حال نہیں (یعنی ان کے دے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے لیکن روزے کا ثواب نہیں ملتا) اسی واسطے کہا گیا ہے کہ کتے ہی روزے دار ہیں جو افطار کرنے والے ہیں اور کتے ہی افطار کرنے والے ہیں۔“

روزے دار ہیں یعنی اپنے اعضاء کو برائیوں نیز لوگوں کو ایذا پہنچانے سے باز رکھتے ہیں (یعنی کتے ہی روزے دار ہیں جو کھانے پینے سے پرہیز رکھتے ہیں لیکن برائیوں سے باز نہیں آتے، ان کے روزہ دل کا کوئی ثواب نہیں حقیقتاً روزے دار وہی ہیں جو بُرے کاموں سے بچتے ہیں اور کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے) جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”روزہ میرے لیے ہے۔“

اور میں اُس کی جزادوں گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عانی ہے "روزہ دار کیلئے دو فرحتیں (خوشیاں) ہیں ایک خوشی بوقت افطار اور دوسری خوشی بوقت جمالِ باری تعالیٰ اہل شریعت نے افطار سے مراد سورج غروب ہونے کے وقت کھانے سے اور رویت سے مراد رویتِ ہلالِ عید لی ہے اور اہل طریقت نے فرمایا ہے کہ افطار سے مراد جنت میں داخل ہوتے کے وقت اس کے نعمت سے روزہ افطار کرنا ہے یعنی اس کی نعمت کا مزہ چکھنا ہے اور رویت سے مراد قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جمالِ پاک کا نظارہ اس آنکھ سے کرنا ہے جو مقامِ ستر میں ہے اور روزہ حقیقت سے مراد دل کا ماسوی اللہ کو ترک کرنا اور ستر کا غیر اللہ کے مشاہدہ کی محبت سے پاک ہونا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "انسان میرا ستر ہے اور میں اُس کا ستر ہوں" پس ستر جو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اس کا میلان کسی غیر اللہ کی طرف نہیں ہوتا ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے "الْجَنَسُ يَمِيلُ إِلَىٰ جَنَسِهِ" اس کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ذاتِ باری کے کوئی محبوب مرغوب اور مطلوب نہیں ہے۔ اگر غیر اللہ کی محبت میں مبتلا ہو جائے تو روزہ حقیقت فاسد ہو جاتا ہے اس روزے کی قضا یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اُسی ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت اور شوق کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے "روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزادوں گا۔"



اٹھارہویں فصل

شریعت اور طریقت کے حج کے بیان میں

حج شریعت یہ ہے کہ شرائط و فرایض کے ساتھ حج بیت اللہ کیا جائے
حتیٰ کہ حج کا ثواب حاصل ہو جائے۔ اگر شرائط کی ادائیگی میں کوئی نقص
واقع ہو جائے تو ثواب حج میں کمی ہو جاتی ہے اور حج فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں حج کو بلا سستی اور نقصان کامل کرنے کا
حکم دیا ہے۔ **وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ** (اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کیلئے
پورا کرو) اس حج کی شرائط یہ ہیں :-

(۱) احرام باندھنا (۲) مکہ معظمہ میں داخلہ (۳) طواف قدوم (یعنی مسجد حرام
میں داخل ہونے کے وقت کا طواف) (۴) اہل عرفہ میں وقوف (۵) مزدلفہ میں رات
گزارنا (۶) منیٰ میں قربانی کرنا (۷) بیت الحرام میں داخلہ (۸) طواف کعبہ خانہ
کعبہ کے گرد سات چکر لگانا (۹) آب زمزم پینا (۱۰) مقام سیدنا ابراہیم
خلیل اللہ پر دو رکعت واجب الطواف پڑھنا (۱۱) شرائط کے ساتھ حج سے
فارغ ہونے کے بعد وہ باتیں حلال ہو جاتی ہیں جن کا احرام کی حالت میں
کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے (اس حج کی جزا و جزا سے رہائی اور اللہ تعالیٰ کے
قہر سے امان پانا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جو حرم میں داخل ہوا امان
میں ہوا) سب سے اخیر طواف صدر (یعنی بیت اللہ شریف سے رخصت
ہونے کے وقت کا طواف جس کو طواف رخصت بھی کہتے ہیں) اور پھر وطن کو
مراجعت۔

بیان حج طریقت :- اس حج کیلئے زائر راہ اور سواری یعنی سلمان سفر یہ ہے کہ سب سے پہلے کسی صاحب تلقین (یعنی مرشد کامل) سے نسبت پیدا کر کے اس سے تلقین (تعلیم سلوک) حاصل کرے پھر زبان کے ساتھ دائمی ذکر کرے اور اسکی حقیقت اور مقصد کو مد نظر رکھے۔

(یعنی ذکر کے ساتھ فکر بھی شامل ہو) اور ذکر سے مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا زبانی ذکر ہے۔ اس کے بعد جب دل زندہ ہو جائے تو باطنی ذکر الہی میں مشغول ہو حتیٰ کہ پہلے صفائی اسماء کے دائمی ذکر سے تصفیہ باطن کرنے تاکہ کعبہ ستر اللہ تعالیٰ کے جمال صفائی کے انوار کے ساتھ ظاہر و جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمعیل علیہم السلام کو حکم دیا کہ ”میرا گھر خوب ستھرا کرو طواف کرنے والوں اوراعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے“ ظاہری کعبہ کا صاف و ستھرا کرنا مخلوقات میں سے ان لوگوں کیلئے ہے جو طواف کرنے والے ہیں اور باطنی کعبہ کی صفائی خالق کے قرب کیلئے ہے۔ اس ذات پاک کا جلوہ دیکھنے کے لئے بہترین اور نہایت موزوں طریقہ تطہیر یہ ہے کہ کعبہ باطن کو ماسویٰ اللہ سے پاک و صاف کیا جائے۔ بعد ازاں جس طرح حج شریعت کیلئے احرام باندھتے ہیں اسی طرح حج طریقت کا احرام اور حج قدسی کے نور سے ہے۔ پھر کعبہ قلب میں داخلہ۔ اس کے بعد طواف قدوم اسم ثانی یعنی ”اسم اللہ“ کا دائمی ذکر ہے۔ پھر عرفات قلب (جو موضع مناجات) کی طرف روانگی اور اس میں وقوف اس طریقہ سے کہ تیسرا اسم یعنی ”ھو“ اور چوتھا اسم یعنی ”حق“ کا ذکر بالا التزام کیا جائے۔ پھر مزدلفہ میں آئے جس سے مراد فؤاد (یعنی باطنی دل) ہے اور پانچویں چٹھے ہر دو

اسماء یعنی "حُتّٰی" اور قیوم کو جمع کرے۔ پھر نئی مقام ستر کی طرف متوجہ ہو جو مابین حرمین اور ان دونوں کے مابین وقوف کرے پھر ساتویں اسم "قُتَّامُ" کے دائمی ذکر سے نفس مطمئنہ کی قربانی کرے کیونکہ یہ اسم باعث فنا اور حجاب کفر کو دور کرنے والا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "کفر اور ایمان عرش کے ورے دو مقام ہیں جو بندے اور اس کے پروردگار عز و شانہ کے درمیان حجاب ہیں ایک ان میں سے سیاہ ہے اور دوسرا سفید"۔ نفس مطمئنہ کی قربانی کے بعد حلق یعنی سر منڈانے کا عمل ہے۔ حج طریقت میں اس سے مراد روح قدسی (روح الہی) کو اٹھویں اسم کے دائمی ذکر کے ساتھ صفات بشری پاک و صاف کرنا ہے۔ اس کے بعد نویں اسم کو لازم پکڑے اور حرم ستر میں داخل ہو۔ پھر اس مقام میں رسائی حاصل کرے جہاں اعتکاف والوں کو اپنی بصیرت سے دیکھو اور دسویں اسم کے دائمی ذکر کے ساتھ مقام قرب و انس میں اعتکاف کرے پھر بلا کیف و تشبہ اس بے نیاز پاک اور بلند شان والے پروردگار کے جمال کا نظارہ کرے۔ اس کے بعد اسماء الاصول سے گیارہ ہواں اسم اور چھ اسماء فروعات (یعنی جملہ سات اسماء) کو لازم پکڑے اور ان کے دائمی ذکر سے حج طریقت کا وہ طواف مکمل ہو گیا جو بمنزلہ اس طواف کے ہے جو حج شریعت میں خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانے سے ادا ہوتا ہے۔ پھر مقام قرب میں بارہویں اسم کے پیالے سے بدست قدرت شراب (طہور) پینا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور ان کو ان کے پروردگار نے پاکیزہ شراب پلائی"۔ اس کے بعد حجاب (دوئی) اٹھ جائیگا

تو اس ذاتِ غیر ذاتی کو (جو تشبیہ سے پاک ہے) اسی کے نور کے واسطے سے
 بے حجابانہ دیکھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا معنی ہے جو حدیث
 قدسی میں فرمایا "اہلِ قرب کو وہ بات حائل ہوتی ہے جو نہ کسی آنکھ نے
 دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی اس کا خیال کسی بشر کے دل میں
 آیا" یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام بلا واسطہ حرف اور آواز (کسی بشر کے دل
 میں اس کا خیال بھی نہیں گذرا) سے مراد ذوق دیدار الہی اور خطابِ
 اسماءِ توحید کے تکرار سے برائیاں نیکیوں سے بدل جاتی ہیں۔ پھر جن
 چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا وہ حلال ہو جاتی ہے (جس طرح حج
 شریعت سے فارغ ہونے کے بعد وہ باتیں حلال ہو جاتی ہیں جن کا
 احرام کی حالت میں کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا) جیسا کہ ارشادِ باری
 تعالیٰ ہے "جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا عمل کرے تو ایسوں کی
 برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا" پھر تعریفاتِ نفسانیہ
 آزاد ہو کر خوف و غم سے امان مل جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
 "(سن لو) اولیاء اللہ پر کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم" اللہ تعالیٰ اپنے
 فضل اور جود و کرم سے ہمارے اور آپ کے نصیب میں کبھی کوہِ اس کے
 بعد طوافِ صدر (حج شریعت میں بیت اللہ سے رخصت ہونے کے
 وقت جو آخری طواف کیا جاتا ہے اسکو طوافِ صدر کہتے ہیں) یہ مقام
 جملہ اسماء کے تکرار (یعنی بار بار دہرانے) سے حاصل ہوتا ہے پھر (حج شریعت
 کی طرح) اہلی وطن کی طرف مراجعت ہے جو عالمِ قدس اور عالمِ احسن
 التقویم میں ہے یہ مقام بارہویں اسم (جس کا تعلق عالمِ یقین کے ساتھ
 ہے) کے دائمی ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ تاویلاتِ مذکورہ تو دائرہ زبان اور

عقل کے اندر ہیں (یعنی زبان سے اظہار بھی کر سکتے ہیں اور عقل میں بھی آ سکتی ہیں) لیکن جو معاملہ اس سے آگے ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اس کے متعلق مطلع کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ عقل و فہم سے بالا ہے۔ حوصلے اسکی گنجائش نہیں رکھتے اور مخازن میں اس کی سمائی نہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا ہے "بلاشبہ علوم میں سے ایک علم ایسا ہے جو یہ ہیئت مکنوں سے۔ (یعنی پوشیدہ ہے) اس سے مراد علم باطنی ہے) جسکو علماء ربانی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب وہ اس کے ساتھ کلام کرتے ہیں تو اہل عزت (یعنی اہل ایمان) اس کا انکار نہیں کرتے۔ عارف علم کی تہہ کو پہنچتا ہے (یعنی حقیقت علم کو پہنچتا ہے اور اصل مطلب پالیتا ہے) اس کا کلام اس کے حال کے مطابق ہوتا ہے اور عالم کو صرف سطحی علم حاصل ہوتا ہے (یعنی علم کی کُنہ اور مقصد کو نہیں پہنچتا) لہذا وہ اپنے علم کے مطابق گفتگو کرنا ہے عارف کا علم اللہ تعالیٰ کا راز ہے جسکو اس کا غیر نہیں جانتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے۔ یعنی وہ انبیاء اور اولیاء ہیں جن کو اپنے علم کے ساتھ فرانا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ابھید کو جانتا ہے اور اس کو بھی جانتا ہے جو اس سے زیادہ پوشیدہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کے اچھے نام اور وہی بہتر جانتے والا ہے۔

انیسویں فصل

وجد اور صفائی کے بیان میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اُن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے دُرتے ہیں پھر یادِ خدا کی رغبت میں ان کی کھالیں

اور دل نرم پڑ جاتے ہیں۔ نیز فرمایا: کیا وہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کیلئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔ اس جیسا ہو جائے گا۔ جو سنگدل ہے، پس خرابی ہے ان کے لئے جن کے دل یا خدا کی طرف سے سخت ہو گئے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جذباتِ حقانی سے ایک جذبہ دونوں جہان کے عمل کے برابر ہے۔ نیز فرمایا: جس کو وجد (یعنی غلبہ ذوق و شوق) حاصل نہیں اس کی زندگی کالعدم ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: وجد جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں دخل پاتا ہے تو موجب خوشی یا غم ہوتا ہے، وجد دو قسم کا ہے (۱) جسمانی اور (۲) روحانی، جسمانی وجد نفسانی ہے۔ اور یہ قوت جسمانی کے ساتھ ہے۔ اس میں روحانی غلبہ ذوق و شوق کو مطلقاً دخل نہیں۔ محض لوگوں کو دکھانے سنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے ہے اس قسم کا وجد بالکل باطل ہے کیونکہ اس کا اختیار کرنا غیر مغلوب اور غیر مسلوب اختیار و جد میں نہ تو جذبہ ذوق و شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ ہی اختیار سلب کیا جاتا ہے اس قسم کے وجد کی موافقت ناجائز ہے۔ وجد روحانی ایک جذبہ یا جوشِ دل ہے جو قرأتِ قرآن مجید پسندیدہ اور خوش آواز شعروں و نواذ کو موثر سننے سے پیدا ہوتا ہے اور اس جذبے کے اندر ایسی قوت ہوتی ہے جو روحانیت کو تقویت پہنچاتی ہے، جسم میں قوت اور اختیار باقی نہیں رہتے یہ وجد روحانی ہے۔ اس کی موافقت صحیح ہے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اشارہ فرمایا ہے: "پس خود بخبری دیکھے میرے اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ اور اسی طرح عشاق اور پرندوں کی (دلکش) صدائیں خوش الحانی اور پر معانی آوازیں قوتِ روحانی کا موجب ہیں اس قسم کے وجد میں نفس اور شیطان کو دخل

نہیں ہے۔ شیطان صرف ظلماتی نفسانیت کے اندر تصرف کر سکتا ہے۔
روحانی نورانیت میں اس کو تصرف حاصل نہیں کیونکہ اس نورانیت میں شیطان
(پانی میں نمک کی طرح) پگھل جاتا ہے۔ جس طرح کلمہ حوقلہ یعنی لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ سے پگھل جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث
شریف میں آیا ہے ”تلاوت آیات قرآنیہ اشعار حکمت، محبت اور عشق
اور غم، آوازوں میں روح کے لئے قوت نورانیہ ہے۔ پس لازماً نورِ ازلہ (نورِ
نورانیہ) روح سے ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”ستھریاں ستھروں
کے لئے ہیں“ جب وجدِ شیطانی اور نفسانی ہوتا ہے۔ اس میں نورانیت نہیں
ہوتی بلکہ تاریکی، کفر اور گمراہی ہوتی ہے۔ پس ظلمت (تاریکی) نفسِ ملتی ہے تو
اتصال ہم جنس سے نفس کو تقویت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
”گندیاں گندوں کیلئے ہیں“ لیکن اس میں روحانی غذا مفقود ہوتی ہے۔ پھر وجدِ روحانی
میں دو قسم کی حرکات پائی جاتی ہیں (۱) نوعِ اختیاری (۲) نوعِ اضطراری۔ اختیاری
قسم کی حرکات اس شخص کی حرکات کے مانند ہیں جس کے وجود میں نہ تو
کسی رنج و الم اور دکھ درد کے آثار پائے جائیں اور نہ وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو
تو یہ جملہ حرکات خلافِ شریعہ ہیں اور جو حرکات اضطراری ہیں ان کا حاصل
ہونا کسی اور سبب سے ہے مثل روحانی قوت کے نفس ان کے پیدا کرنے پر
قادر نہیں۔ کیونکہ یہ حرکات (اضطراری) جسمانی حرکات پر غالب ہیں۔ جس طرح
یہ حالت بخارجِ جب حرکات غلبہ پالیتے ہیں تو انسان ان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔
اس وقت وہ حرکات اس کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں۔ پس جب روحانی
حرکات غالب آجاتی ہیں تو وجدِ حقیقی اور روحانی ہوتا ہے۔ وجد اور سماع دو
آلے ہیں جو عاشقوں اور عارفوں کے دلی جذبات کو متحرک کرتے ہیں اور

وہ دونوں اہل محبت کی غذا اور طالبانِ حق کو قوت بخشنے والے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اور وحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے ”سماع ایک گروہ کیلئے فرض ہے اور ایک جماعت کیلئے سنت اور ایک فرقی کیلئے بدعت ہے۔“ پس خواص کیلئے فرض، اہل محبت کیلئے سنت اور غافلوں کیلئے بدعت ہے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”جو شخص سماع اور اس کے اشعار موسم بہارا اور اس کے شگوفے عود (مشہور ساز موسیقی ہے) اور اس کے تاروں (یعنی نغموں) سے جنبش میں نہیں آتا وہ فاسد المزاج ہے۔ وہ گدھے اور جانوروں سے کیا بلکہ تمام حیوان سے کمتر ہے کیونکہ جملہ وحوش و طیور نعمات اور موزوں اشعار سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ بکربند حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی (خوش اور سُریلی) آواز سننے کیلئے ان کے سر کے اوپر قطار در قطار جمع ہو جاتے تھے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے ”جسے وجہ نصیب نہیں اُسے دین بھی حاصل نہیں“۔ وجہ دُئل و جوہات پر مبنی ہے ان میں سے کوئی تو جلی (یعنی ظاہر) ہے اس کا اثر بذریعہ حرکات ظاہر ہے اس کا اثر بذریعہ حرکات ظاہر ہوتا ہے اور کوئی خفی (پوشیدہ) اس کا اثر وجود سے ظاہر نہیں ہوتا مثلاً دلی توجہ سے ذکر الہی کرنا اور قرآن مجید پڑھنا رونا اور الم پانا (یعنی دردِ دل پانا) خوف اور غم میں مبتلا ہونا اور انھیں وجوہات سے ہے بوقتِ ذکر الہی افسوس اور حیرانی کا لاحق ہونا، حسرت اور ندامت کا پیدا ہونا، ظاہر و باطن میں تغیر ہونا، رضاءِ الہی کی طلب اور جذبہ شوق نیز حدت یا طیش، بیماری اور پسینہ کا جاری ہونا۔

بیوسویں فصل

خلوت اور گوشہ نشینی کے بیان میں

خلوت دو قسم کی ہے ظاہری اور باطنی۔ خلوت ظاہری یہ ہے کہ انسان نفسانی خواہشات کو ترک کرنے کے لئے اپنے نفس اور وجود کو لوگوں سے علیحدہ رکھے (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرے اور اہل دنیا سے میل جول نہ رکھے) تاکہ لوگ بری عادات اور اخلاق ذمیمہ کے باعث اسکی ایذا رسانی سے محفوظ رہیں اور حواس ظاہری نفسانی کو بند کرے تاکہ خلوص نیت ارادہ موت اور دخول قبر کے تصورات سے حواس باطنی کھل جائیں یعنی اس خلوت نشینی میں اپنی نیت کو ریا وغیرہ سے صاف رکھے موت کا دھیان ہر وقت پیش نظر رہے۔ گوشہ نشینی اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی مطلوب ہو اور ایما و اندازوں اور مسلمانوں کو اپنے نفس کے شر سے بچانا مقصود ہو۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے انسان کی سلامتی زبان کی طرف سے ہے اور ملامت بھی زبان کی جانب سے ہے۔ اور اپنی آنکھوں کو خیانت اور نظر حرام سے باز رکھے اور اسی طرح اپنے پاؤں اور کانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے دونوں آنکھیں زنا کا ارتکاب کرتی ہیں، انچ اور اس زنا کا حاصل ایک سیاہ خام غلام قبیح صورت انسان ہے جو قیامت کے دن اس کے ساتھ کھڑا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے خلاف گواہی دے گا اور اپنے مالک کو بیکڑے گا اور اس کو دوزخ میں عذاب دے گا۔ پس جب انسان اس گناہ سے توبہ کرے اور اپنے نفس کو روکے تو اس (بد شکل شخص) کی صورت

غلمانِ جنت کے ایک بے ریش حینِ ار کے کی صورت سے بدلی جاتی ہے تو وہ (توبہ کرنے والا) اس کی شرارت سے نجات پا جاتا ہے۔ خلوت گناہوں محفوظ رہنے کیلئے بمنزلہ ایک قلعہ ہے۔ (جب انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے) تو اس کا نیک عمل باقی رہ جاتا ہے اور وہ نیکو کار ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "تو جسے اپنے رب سے ملنے کی اُمید ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔"

خلوت باطنی یہ ہے کہ انسان کا دل نفسانی اور شیطانی تفکرات سے خالی ہو۔ جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "شہرت اور اس کے اسباب آفات ہیں اور گمنامی اور اس کے بواعث راحت ہیں۔" اور بُرے اخلاق انسان کی اپنی مرضی اور اختیاء سے دل میں نہ آنے پائیں۔ جب اس قسم کی برائیاں خلوت پسند آدمی کے دل میں داخل ہو جائیں تو اس کی خلوت اس کا دل اور قلب میں جو اعمال صالحہ اور نیکوئی سے ہے، تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور دل کو کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "بے شک اللہ تعالیٰ فساد یوں کے عمل کی اصلاح نہیں فرماتا" ہر وہ شخص جس کے دل میں اس قسم کے مفسدات ہوں وہی مفسدوں سے ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ صلح صورت نظر آئے۔ چنانچہ احادیث شریفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا "تکبر اور خردِ ایمان کو خواب کرتے ہیں" غیبت زنا سے بھی سخت "حسد نیکوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو" اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے جو سوتے فتنے کو جگائے۔" بخیل عابد ہی کیوں نہ ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" ریا شرک خفی ہے اور اس کا شرک کفر ہے۔" چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور بُرے اخلاق کے بارے میں ان کے علاوہ اور بہت سی

احادیث آئی ہیں۔ پس یہ مقام احتیاط ہے سلسلہ تصوف میں دل کو
 بُرے اخلاق سے پاک کرنا اور نفس اور اس کی حرص و ہوا کا قلع قمع کرنا
 مقصود اولین ہے۔ پس جو شخص بالواسطہ خلوت، ریاضت، خاموشی
 اور دلی توجہ سے دائمی ذکر محبت، توبہ، اخلاص، صحیح روشن اعتقاد اور صحابہ
 کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے سلف صالحین کے قدم بقدم چل کر نیز مشائخ
 تابعین اور علماء عالمین کی اتباع کرتے ہوئے اپنے نفس اور دل کی اصلاح
 کر لیتا ہے اور بحیثیت مومن جب وہ توبہ و تلقین اور مذکورہ شرائط کے
 ساتھ گوشت نشینی اختیار کرتا ہے تو اس کا علم و عمل اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے
 خالص ہو جاتا ہے۔ اس کا دل روشن، جلد نرم اور اس کی زبان پاک ہو جاتی ہے۔
 اس کے ظاہری اور باطنی حواس جمع کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے عمل صالح کو
 اللہ تعالیٰ رفعت قبول عطا فرماتا ہے اور اس کی دُعا سنتا ہے۔ جیسا کہ کلام پاک
 میں فرمایا: اِیْسٰی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند
 کرتا ہے اور کَلِمُ الطَّیِّبِ (یعنی پاکیزہ کلمات اور الفاظ) سے مراد یہ ہے کہ
 جب زبان اللہ تعالیٰ اور اس کی توحید کے ذکر کا آلہ بن جائے تو انسان کو
 چاہیے کہ لغویات سے زبان کی حفاظت کرے یعنی لغو اور بے ہودہ
 باتیں زبان پر نہ لائے اور جیسا کہ آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: بَشَرُکَ
 وَہ ایمان والے فلاج پانگے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور جو یہودہ بات سے
 اعراض کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ علم و عمل کو رفعت قبولیت عطا فرماتا ہے اور
 عامل کو از روئے۔ بخشش و خوشنودی اپنی رحمت، قرب اور درجات
 سرفراز فرماتا ہے جب گوشت نشین کو یہ مراتب حاصل ہو جاتے ہیں تو اس کا دل
 سمندر کی مانند ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی ایذا رسانی سے متغیر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ

ارشاد مبارک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ "تو سمندر ہو جا
تغیر سے محفوظ ہو جائے گا۔" نفسانی جنگلات اور خشک زمینیں اس میں
فنا ہو جاتی ہیں (بڑی بحری کی ضد ہے) جس طرح فرعون اور اس کی آل
سمندر میں غرق ہو گئے پھر اس میں شریعت کی کشتی سلامتی کے ساتھ
رواں ہو جاتی ہے اور روح قدسی اس سمندر کی تہ میں غوطہ لگا کر گوہر
حقیقت تک پہنچ جاتی ہے اور معرفت کے موتی اور لطائف کے مونگے نکال
لاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور ان دو سمندروں سے موتی اور مونگے
نکلتے ہیں؟" یہ سمندر اس شخص ہی کو حاصل ہوا۔ جس نے ہر دو ظاہری اور
باطنی سمندروں کو جمع کیا۔ اس کے بعد دل کے سمندر میں کسی قسم کا طوفان
فساد برپا نہیں ہوتا اور اس (خلوت نشین) کی توبہ خالص اس کا علم
نفع رساں اور عمل نیک ہو جاتا ہے۔ اور وہ عملاً امتنا ہی (خلافت شریعت
کاموں) کی طرف مائل نہیں ہوتا اگر اس سے کوئی بھول چوک ہو بھی جائے تو
استغفار توبہ اور یقین سے اس کی معافی ہو جاتی ہے۔

اکیسویں فصل

خلوت کے اوراد کے بیان میں

خلوت گزریں کو چلیے کہ جب گوشہ تنہائی میں بیٹھے اگر طاعت رکھتا
ہو تو روزہ رکھے اور پانچویں نمازیں اپنے وقت پر لوگوں کے ساتھ باجماعت
ادا کرے اور سنتیں اور شرائط واد کان نماز اطمینان قلب آہستہ آہستہ
ٹھیک طور پر ادا کرے۔ نصف شب کے بعد تہجد کے بارہ رکعت پڑھے۔

ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرے کیونکہ حضور نبی کریم رُوف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی ہے: "نماز شب یعنی تہجد دو دو رکعت کی نیت سے پڑھی جائے" اور اس کے بعد تین رکعت نماز وتر کی ادا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ

فرمایا ہے "اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو ساتھ قرآن کے۔ یہ خاص آپ کیلئے زیادہ ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے "ان کی کروٹیں بستروں سے جدا ہوتی ہیں۔ سورج نکلنے کے بعد دو رکعت نماز اشراق پڑھے اس کے بعد

دو رکعت نماز بہ نیت استعاذہ ادا کرے (استعاذہ کے معنی پناہ مانگنا) پہلی رکعت میں سورہ فلق اور دوسری رکعت میں سورہ ناس پڑھے بعد

دو رکعت بہ نیت استعاذہ پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار آیتہ الکرسی

ایک بار اور سورہ اخلاص سات بار پڑھے اور چھ رکعتیں صلوٰۃ ضحیٰ (نماز

چاشت) ادا کرے ان میں اپنی مرضی کے مطابق آیات اور سورتیں پڑھے

اس کے بعد دو رکعت بہ نیت کفارہ بول (پیشاب) ادا کرے ہر ایک

رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ سورہ کوثر پڑھے۔ پس

یہ کفارہ بول ہو جائے گا اور عذاب قبر سے رہائی مل جائے گی۔ حضور نبی کریم

علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "پیشاب سے دور رہو کیونکہ عذاب قبر

کی علامت اسی سے ہے" اور چار رکعت نماز ادا کرے اگر دن کا وقت ہو۔

(شافعی ہو تو دو دو رکعت فرداً فرداً پڑھے) اسے صلوٰۃ التبیح کہتے ہیں۔

نیت اس طرح کرے "اللہ تعالیٰ کے لیے میں نے چار رکعت صلوٰۃ التبیح کی

نیت کی منہ طرف کعبہ شریف کے" پھر تکبیر تحریم کہے (اور ہاتھ باندھ لے)

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ (الخ) پڑھ کر پندرہ مرتبہ "سُبْحَانَ

اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" پڑھے (بعض

دوایتوں میں مزید ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم بھی پڑھنے کی تاکید آئی ہے۔ پھر سورہ فاتحہ اور فہم سورہ مثل سورہ بقرہ کی آخری یا اُن کے علاوہ کوئی اور آیات پڑھ کر دُش بار سُبحان اللہ والحمد للہ... الخ پڑھے رکوع میں جا کر رکوع کی تسبیح پڑھے اور دُش بار سُبحان اللہ والحمد للہ... الخ تک پڑھے۔ پھر کھڑے ہو کر دُش بار یہی تسبیح پڑھ کر سجدے میں جائے اور سجدے کی تسبیح کے بعد یہی تسبیح دُش بار پڑھے پہلا سجدہ کرنے کے بعد قاعدہ اولیٰ میں دُش مرتبہ یہی تسبیح پڑھے و بعدہ دوسرا سجدہ کرے اور دوسرے سجدے میں بھی بعد تسبیح سجدہ یہی تسبیح دُش بار پڑھے اور پھر قیام کرے۔ پہلی رکعت کی ترتیب کے مطابق دوسری رکعت میں بھی تسبیحات کہتے ہوئے قعدہ ثانی میں بیٹھے اور تشہد پڑھ کر قیام کرے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت ادا کرے پس ہر رکعت میں پچھتر دو رکعت میں ایک سو بیس اور چار رکعتوں میں تین سو تسبیحات ہوں گی گوشت نشین کے لئے واجب ہے کہ اول تو ایک یا دو وراثہ یہ نماز پڑھے اگر ہر روز نہ پڑھے کہ تو ہر جمعہ ایک بار ضرور پڑھے۔ یہ بھی نہ کہے کہ تو ایک ماہ میں ایک بار اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو سال میں ایک بار اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اپنی عمر میں ایک بار ضرور پڑھے۔ حضور علیہ السلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ وارضاه کو فرمایا "جو صلوٰۃ التسبیح پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دے گا اگرچہ اس کے گناہوں کا شمار ریت کے ذرات آسمان کے ستاروں اور روئے زمین پر تمام چیزوں کی تعداد سے بڑھ کر ہو۔ سالک کیلئے ضروری ہے کہ دن میں ایک یا دو بار دعائے سیفی پڑھے اور قرآن مجید سے قریباً دو صد آیات روزانہ

تلاوت کرے۔ اس کے بعد بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔ اگر ذکر جہر کا اہل ہو تو ذکر جہر اور اگر ذکر خفی کی اہلیت رکھتا ہو تو ذکر خفی کرے۔ اخفا کا مقام دل زندہ ہونے کے بعد ہے اور ذکر خفیہ زبان سر سے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی"۔ یعنی جس طرح تمہارے مراتب ذکر کی توضیح فرمائی۔ پھر ہر مقام میں اسم اور آداب ہیں جس کو اس کے اہل ہی جانتے اور پہنچاتے ہیں۔ ہر روز تنومرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور تنومرتبہ درود شریف پڑھے اور تنومرتبہ یہ وظیفہ پڑھے۔ "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ مَا أَسْتَسِرُّكَ وَمَا أَسْتَعْتِفُكَ وَمَا أَسْتَعْتِفُكَ مِنْكَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" اگر زیادہ نوافل اور تلاوت قرآن پاک کی توفیق و ہمت ہو تو زیادہ کرے۔

بائیسویں فصل

خواب اور اونگھ میں پیش آنے والے واقعات کے بیان میں

خواب اور اونگھ میں قابل اعتبار واقعات برحق اور مفید مطلب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خواب سچا کر دیا۔ بے شک تم ضرور مسجد حرام میں امن و امان سے داخل ہو گے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بزبانِ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام یہ کلمات فرمائے بے شک میں نے

گیارہ ستارے اور سورج چاند دیکھے انھیں اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا
 اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے "ہمارے بعد
 آثار نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات یعنی خوش خبری دینے
 والے اچھے خواب باقی رہیں گے۔ جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لیے
 دیکھے جاتے ہیں۔ اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اُن کیلئے خوشخبری
 ہے دنیا کی زندگی اور آخرت میں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد
 فرمایا "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھے ہی دیکھا کیوں کہ
 شیطان میری اور اس شخص کی شبیہ اختیار نہیں کر سکتا جس نے بالواسطہ
 نور شریعت، طریقت اور معرفت اور نور حقیقت و بصیرت میں میری
 اتباع کی۔ جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے "میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں
 اور میرے قدم بقدم چلنے والے دل کی آنکھیں رکھتے ہیں" شیطان بصورت
 اُن جملہ انوار مذکورہ خواب میں نہیں آسکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی ذات اقدس کے علاوہ کسی اور ایسی صورت میں بھی نہیں آسکتا جو
 منظر رحمت و شفقت اور لطف و ہدایت ہو مثلاً بصورت جملہ انبیاء علیہم السلام
 اولیاء کرام، ملائکہ، کعبہ، سورج اور چاند سفید بادل قرآن مجید وغیرہ وغیرہ
 کیونکہ شیطان منظر قہر ہے لہذا ایضاً ضلال (گمراہی) ہی ظاہر سکتا ہے
 جو منظر صفات رشد و ہدایت ہے وہ کس طرح منظر صفات ضلالت
 ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہدایت اور ضلالت آگ اور پانی کی طرح ایک دوسرے
 کی ضد ہیں یہ ناممکن ہے کہ آگ پانی بن جائے اور پانی آگ میں تبدیل ہو جا
 جبکہ دونوں کے درمیان فرق عظیم تضاد اور سجد ناممکن ہے۔ حق و باطل
 میں فرق کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کَذَٰلِكَ يُضَيِّبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ

(اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بتاتا ہے) شیطان بصورت حق تعالیٰ بن سکتا ہے (یعنی دیکھنے والے کو وسوسا میں ڈال سکتا ہے کہ یہ صورت حق تعالیٰ اُنْبِیْہِ اُنْہِ کی ہے) اور دعویٰ ربوبیت بھی کر سکتا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ جامع صفات جلالی و جلالی ہے اور شیطان (دعوہ دینے کیلئے) صفت جلالی کے ساتھ بصورت حق تعالیٰ ظاہر ہو سکتا ہے کیونکہ یہ منہ صفاتِ قہر ہے نیز اس روپ میں اس کا ظاہر ہونا اور دعویٰ ربوبیت کرنا صفاتِ افضال کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔ ایسی صورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا جو جامع تمام صفات ہو کیونکہ انہیں صفاتِ ہدایت منقود ہیں (جامع صفاتِ ہدایت و افضال صرف ذاتِ حق تعالیٰ ہے) اس موضوع پر کافی سے زیادہ بحث و تمحیص ہو سکتی ہے اور اسکی شرح کیلئے ایک دفتر درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِي میں وارثِ کامل مرشد کی طرف اشارہ ہے (حدیث شریف میں ہے) "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ"۔ علماء یعنی اولیاء کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں) جو الٰہی ارشاد ہو اور میرے بعد ایک طرح سے میری بصیرت کی مانند اسکو بصیرتِ باطنی حاصل ہو اور اس سے مراد دلالتِ کاملہ ہے جس کی طرف اللہ عز و جل نے اپنے قول (ذَلِیْلًا مُّرْشِدًا) میں ارشاد فرمایا ہے۔

پھر جان لے کہ خواب دو طرح کے ہیں آفاقی (عالمِ دنیا کے متعلق) یا نفسی (عالمِ ارواح کے متعلق) اور ان دونوں میں سے ہر ایک دو قسم پر مشتمل ہے۔
انفسی۔ اس قسم کے خواب ریلحاظ نیک و بد اخلاق و اعمال (اجبی نوعیت کے ہوتے ہیں یا بُری قسم کے) (نیک خواب) مثلاً خواب میں جنت اور اس کی نعمتیں حور و قصور اور علما و سفید نورانی صحرا سورج چاند اور

ستارے اور ان سے ملتی جلتی اشیاء کا دیکھنا۔ ان سب کا تعلق صفتِ دل سے ہے اور خواب میں پرندوں اور حیوانوں کا گوشت کھانا اس قسم کے خوابیں نفسِ مطہینہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ جنت میں مطہینہ کی غذا اسی قسم کی ہوگی۔ مثلاً بکری اور پرندوں کا بھنا ہوا گوشت اور جو لکے ہے تو وہ جنت سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے دنیا میں زراعت یعنی کھیتی باڑی کرنے کے لئے آئی ہے۔ اور اونٹ بھی ظاہری اور باطنی کعبہ کی زینت کے لئے جنت سے آیا ہے اور گھوڑے جہادِ اصغر اور جہادِ اکبر کے لئے یہ سارا سلسلہ آخرت کی بہبودی کے لئے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بکری جنت کے شہید سے پیدا کی گئی ہے گاؤں کے زعفران سے اونٹ اس کے شکوفہ سے اور گھوڑا اس کے خوشبودار پھول سے اور خچر جو ادنیٰ صفتِ مطہینہ سے ہے اس کو جس نے خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا معاملہ عبادت میں سست و کاہل ہے اور اس پر نفسانی ثقالت کا غلبہ ہے (یعنی اس کا نفس بوجھل اور نہایت آرام طلب ہے) اور اس کے اعمال کا حاصل کچھ بھی نہیں۔ ہاں اگر توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو اس کا بدلہ جلائی ہے اور گدھا جنت کے پتھروں سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کی بہتری کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ دنیا میں آخرت کے واسطے نیک عمل کریں اور وہ جو بے ریش خوبصورت نوجوان کا مخاطب ہو کر روح کے ساتھ کلام کرنا ہے۔ اس پر انوارِ الہیہ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اس کا اس صورت میں دیکھنا اس لئے ہے کہ تمام اہل جنت اسی صورت پر ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے۔ اہل جنت بے ریش نو عمر رنگیں آنکھوں والے ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے

پروردگار کو ایک نوجوان بے ریش کی صورت پر دیکھا۔ بعض نے کہا کہ اس طرح کی تجلی سے مُراد اللہ تعالیٰ کا بصفۃ ربوبیت آئینہ روح پر تجلی فرمانا ہے اور اسی روح کا نام طفل المعانی ہے۔ کیونکہ وجودِ ربی کے لئے آئینہ اور اس کے اوپر پروردگار سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا "اگر میرے پروردگار کی تربیت نہ ہوتی تو مجھے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل نہ ہوتی"۔ اور اس باطنی ربی کو پانے کا سبب ظاہری ربی (مثل انبیاء علیہم السلام و اولیاء اکرام) کی تربیت یعنی تلقین ہے۔ ان کی تربیت کا ما حاصل آخری روح (یعنی روح قدسی) کھٹنے سے قوالب (وجود) اور قلوب (دل) منور اور روشن ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح یعنی وحی ڈالتا ہے" اُس روح کو حاصل کرنے کے لئے (جو حیات کا سبب اور اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے) مرشد (شیخ کامل) کی تلاش از بس ضروری ہے۔ پس سمجھو۔ اہم غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے مذکورہ تاویل کی رو سے اللہ تعالیٰ کو خواب میں صورتِ جمیلہ اخرویہ (یعنی مثالی صورت) ہے۔ جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خواب دیکھنے والے کی قابلیت اور مناسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے پیرا فرماتا ہے نہ کہ حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات صورتوں سے پاک ہے۔ اسی قیاس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات انور کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھنے والے کی مناسبت کے مطابق دیکھنا جائز ہے اور حقیقت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وہی دیکھ سکتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم و عملِ حال اور بصیرت اور نماز میں نہ صرف ایک حالت (یعنی ظاہراً) بلکہ ظاہراً و باطناً (دونوں حالتوں میں) وارثِ کامل ہے

اسی طرح شرح مسلم میں آیا ہے کہ مذکورہ تاویل کے مطابق اللہ تعالیٰ کو بشری اور نورانی صورت میں دیکھنا جائز ہے اور ہر صفات تجلی کے بارے میں قیاس بھی یہی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لیے عذاب کے درخت سے آگ کی صورت میں تجلی فرمائی اور یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی کلام سے ہے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا وَمَا تَلَكَ بِمِثْلِكَ يَا مُوسَى (اے موسیٰ علیہ السلام) آپ کے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے) وہ آگ درحقیقت نور تھا لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے گمان اور تلاش کے لحاظ سے اس کو آگ سے موسوم کیا گیا کیونکہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس وقت آگ کی تلاش میں تھے جبکہ انسان کسی صورت میں اس درخت سے کم مرتبہ نہیں ہے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں اگر بعد تصفیہ باطن یعنی صفات حیوانیت ترک کر کے اخلاق انسانیہ حاصل ہونے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ حقیقی انسان کی صورت میں اپنی صفات سے کسی صفت میں تجلی فرمائے جیسا کہ اُنہر اولیاء کرام کو اس قسم کی تجلی سے فیضیاب فرمایا ہے۔

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت تجلی فرمایا سُبْحَانِي مَا أَعْظَمَهُ شَانِي (پاک ہے میری ذات میری شان کتنی بلند ہے) اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لَيْسَ جُجَّتِي سِوَى اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى (میرے جُجے میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے) اور اس قسم کے اور بھی اقوال ہیں۔ اس مقام میں اہل تصوف کیلئے عجیب لطیف ہیں جنکی شرح دراز ہے۔ پھر تربیت کیلئے مناسبت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ مبتدی جو ابتدائی مرحلہ میں ہے اس کے اور اللہ تعالیٰ کے ماہرین کسی قسم کی

مناسبت (باہمی نسبت نہیں) اور نہ ہی اُسے اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ باہمی لگاؤ ہے۔ اس کیلئے نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے ولی (مرشد کامل) اسکی تربیت کرے۔ کیونکہ ان دونوں کے مابین از روئے بشریت باہمی نسبت ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں مناسبت کی غرض سے جامعہ بشریت میں جلوہ گر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں آپ کے سوا کسی دوسرے کی تلقین و تربیت کی ضرورت نہ تھی آپ کے وصال پاک کے بعد وہ ظاہری مناسبت اور تعلق کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور دنیا کو ترک کر کے آپ خالص تنہائی کے مقام میں جلوہ فرما ہوئے اسی طرح اولیاء اللہ کا تعلق عالم عقبی کے ساتھ ہو جاتا ہے تو ان میں سے (کوئی بھی) کسی کو مقصود تک پہنچانے کے لیے ارشاد و تلقین نہیں کرتا۔

﴿نوٹ: کوئی ناقص العقیدہ کم فہم شخص اس عبارت کا مطالعہ کر کے یوں نہ سمجھ لے کہ مقبولانِ خدا کے روحانی فیوضات کا سلسلہ بالکل ختم ہو جاتا ہے اس عبارت کا مفہوم معقول یہ ہے کہ جس طرح ظاہری حیاتیں شیخ کامل اپنے مرید کو سامنے بیٹھا کر تلقین و ارشاد کرتا ہے اس قسم کی جسمانی مناسبت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور وصال اولیاء اللہ کے بعد ان کے روحانی ارشادات اور فیوضات جاری رہتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کے بائیسویں فصل میں حضور سیدنا و مولانا و مرشدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ہمارے بعد آثار نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے" یعنی خوش خبری دینے والے اچھے خواب باقی رہیں گے جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے کوئی مسلمان دیکھتا ہے ہو تو نئے واقعات کی

اطلاح مومنین کو بذریعہ وحی نہیں بلکہ بذریعہ خواب ہوا اگر گئی اسی واسطے
 دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا "جسے ہمیں خواب میں دیکھانی الحقیقت
 ہمیں ہی دیکھا شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ ہماری شبیہ اختیار کر سکے۔"
 دراصل یہ سطور حضور رضی اللہ عنہ وارضاه عنہ نے مبتدی کے بارے میں قلمبند
 فرمائی ہیں جو ابھی مکتب تصوف کی پہلی جماعت میں داخل ہوا ہے۔ چونکہ وہ
 روحانیات اور روحانی مدارج سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہے ایسے
 شخص کے لئے ظاہری حیات میں مرشد کامل کی صحبت اور تلقین از بس
 ضروری ہے (ورنہ تلقین اولیسیہ کی نفی لازم آئے گی کیونکہ اس طریق میں
 ظاہر امر شد کامل کی ضرورت نہیں رہتی)۔

اگر تو اہل فہم سے ہے تو اس بات کو سمجھ اور اگر نہیں تو بالواسطہ ریاضت
 نورانی فہم حاصل کر۔ کیونکہ فہم روشنی سے حاصل ہوتا ہے نہ کی تاریکی سے کیونکہ جس
 مقام پر نور آتا ہے وہ مزین اور مشرف ہو جاتا ہے۔ مبتدی میں اس کے لئے
 مناسب نہیں رہتا۔ یعنی جو ولی اللہ دنیا سے رحلت فرما جاتا ہے مبتدی کو
 اس کے ساتھ باہمی نسبت رہتی اور جو ولی دنیا میں باحیات ہو تو اس کو
 (مبتدی) اس کے ساتھ (جسمانی) مناسبت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس ولی کو بسبب
 وراثت کاملہ تعلیقیہ (ایک شے کو دوسری شے سے متعلق کرنا) اور تجربیہ
 (ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنا) دونوں قسم کے تصرفات حاصل ہوتے ہیں
 پس اس کو اس ظاہری حیات میں اعانت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم سے ایسی ولایت یا حکومت نصیب ہوتی ہے جس کو نسبت عبودیت
 نبوی حاصل ہوتی ہے تو وہ امور میں تصرف کرتا ہے اور اعانت کے باعث
 خلقت میں اس کو صوفی کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے یعنی دل کو خواہشات

کدورتوں اور آلائشوں سے پاک و صاف کر کے خدا کی طرف دھیان لگاتا ہے پس اس معاملہ کو سمجھ! اس سے آگے ایک ایسا گہرا راز ہے جسکو اس کے اہل ہی جانتے ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور عزت تو اللہ تعالیٰ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے لیے ہے۔"

اور جو ارواح کی تربیت کا سلسلہ ہے تو روح جسمانی کی تربیت جسم کے اندر ہوتی ہے۔ روح روانی کی کشمکش قلب میں، روح سلطانی کی نواد (یعنی باطنی دل) میں اور روح قدسی کی مقام سر میں اور یہ (یعنی روح قدسی) بندے اور ذات حق کے درمیان واسطہ اور خلقت کی طرف اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اہل اور محرم ہے۔ وہ خواب جو اخلاقِ ذمیرہ سے ہیں منسوب بصفاتِ نفسِ امارہ، تو امارہ اور نفسِ ملہمہ ہیں۔ پس جو درندوں کے قسم کے جانور خواب میں دیکھے جاتے ہیں مثلاً، چیتا، شیر، بھیڑیا، ریچھ، کتا اور خنزیر اور ان کے علاوہ مثلاً خرگوش، گومڑی، بلی، تیندو، سانپ، بچھو، بھڑا اور ان کے علاوہ دیگر موزی جانور تو یہ انسان کے اندر بری صفات اور عادات ہیں (جو روحانی ترقی کے راستے میں حائل ہوتی ہیں) ان کو ترک کر کے روحانی ترقی کا راستہ صاف کرنا از بس ضروری ہے۔

(خواب میں چیتے کو دیکھنا) غرور اور خور دہنی کی صفات سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابل تکبر کرنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وہ جنہوں نے ہماری آیات جھٹلائی اور ان کے مقابل تکبر کیا ان کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک سوئی کے ناکے اونٹ نہ داخل ہو جس طرح سوئی کے ناکے میں اونٹ کا داخل ہونا امر محال ہے اسی طرح کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے)

اور اسی طرح بدلا دیا جائے گا اس مجرم کو جو لوگوں کے در و تکر کرتا ہے۔
 (خیر کو خواب میں دیکھنا) مخلوق پر عظمت اور بڑائی کی خاصیت
 (دیکھ) اپنے محکوم اور زیر دست پر غلبہ اور تہر کا غضب کا خاصہ (بھڑکنا)
 حرام اور مشتبہ چیزوں کو بلا تمیز کھانے کی صفت (کتنا) محبت دنیا اور اس کی
 خاطر غیض و غضب میں آنے کی صفت (خنزیر) کینہ، حسد اور
 تحریص شہوات کا خاصہ (خرگوش) دنیوی معاملات میں مکر و حیلہ کی
 صفت ظاہر کرتے ہیں (بومرئی) کا دیکھنا بھی خرگوش کی طرح ہے۔ البتہ
 خرگوش میں غفلت کی صفت غالب ہے (تیندو) زمانہ جاہلیت میں
 غیرت، حب ریاست اور عزت کی صفت ظاہر کرتا ہے (بلی) سے بخل و
 نفاق کی خصوصیت (سانپ) کو خواب میں دیکھنے والے میں لوگوں کو زبان
 اذیت پہنچانے کی بُری صفت ہے مثلاً گالی گلوچ دینا، عنیت کرنا اور
 جھوٹ بولنا وغیرہ۔ اس قسم کے درندوں کو خواب میں دیکھنے کی صحیح تعبیر
 اہل بصیرت ہی خوب جانتے ہیں (بچو) اشارات سے (مثلاً آنکھ کے
 اشارے سے) نکتہ چینی، تہمت، عیب جوئی اور چغلیجھری کی صفت
 (بھڑکنا) کا دیکھنا لوگوں کو زبان سے معمولی ایذا دینے کی صفت ظاہر کرتا ہے
 جبکہ (سانپ) کا دیکھنا لوگوں کے ساتھ عداوت پر دلالت کرتا ہے۔
 جب سالک خواب میں دیکھے کہ وہ ان موزی جانوروں کے ساتھ
 برسرِ پیکاد ہے اور ان پر غلبہ نہیں پاسکا اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس پر
 اس کی بری صفات اور عادات غالب ہیں تو اس کو عبادت اور ذکر
 الہی میں اتہائی کوشش کرنی چاہیے حتیٰ کہ اس کو ان پر غلبہ اور فتح حاصل ہو جائے
 ورنہ ان کو ہلاک کر دے یا ان میں درندہ پن کی صفت بشری خاصیت سے بدل جائے۔

کیونکہ ان پر پورا غلبہ اور ان کی مکمل تباہی گویا بُرائیوں کا مکمل طور پر قلع قمع کرنا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض توبہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی بُرائیوں کو مٹا دیا اور ان کے دلوں کی اصلاح فرمادی۔ اور اگر خواب میں دیکھئے کہ ان کی درندہوں والی شکل انسانی صورت سے بدل گئی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی بُرائیاں نیکیوں سے بدل گئی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے۔ جو توبہ کرے ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسوں کی بُرائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ پس وہ ان موزی دشمنوں سے برائی پا گیا۔ اس کے بعد بھی انسان کے لئے لازمی ہے کہ ان اعدا کے شر سے بے خوف ہو کہ نہ بیٹھے کیونکہ بُرائیوں کے ضائع ہو جانے کے بعد بھی نفس کو معصیت کی جانب سے اسی قوتِ حائل ہو سکتی ہے جو زور پکڑ کر نفسِ مطمئنہ پر غلبہ پالے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بندہ جب تک دنیا میں جمیع آفات میں ممنوع اور ناجائز باتوں سے اجتناب کرے۔ کبھی نفسِ امارہ کفارہ کی صورت پر نفسِ لوامہ یہود کی صورت پیدا نہ کرے۔ نصاریٰ کی صورت پر اور اس کے علاوہ کئی انوکھی اور نئی صورتوں میں دیکھے جاتے ہیں۔

تیسویں فصل

اہلِ تصوف کے بیان میں

اہلِ تصوف بارۃً قسم کے ہیں۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں جو سنتِ نبوی و علیٰ صاحبہا التیات والتسلیمات کے ساتھ نسبت رکھنے والے ہیں ان سب کے اقوال و افعال و احوال شریعت اور طریقت کے مطابق ہیں

یہ لوگ اہل سنت والجماعت ہیں۔ ان میں سے بعض بلا حساب کتاب اور بغیر عذاب جنت میں داخل ہوں گے اور بعض سے سہل حساب لیا جائیگا اور وہ معمولی سزا یا کرجہم سے جنت میں داخل ہوں گے۔ کافر اور منافق کی طرح ہمیشہ دوزخ میں نہیں رکھے جائیں گے (اہل سنت والجماعت کے علاوہ) باقی جتنے گروہ ہیں وہ سب بدعتی ہیں ان میں مندرجہ ذیل نام نہاد صوفیوں کے گروہ شامل ہیں (۱) فرقہ خلویہ (۲) فرقہ حالیہ (۳) فرقہ اولیائیہ (۴) فرقہ شمرانیہ (۵) فرقہ حبیبہ (۶) فرقہ حوریہ (۷) فرقہ اباحیہ (۸) فرقہ متکاسلہ (۹) فرقہ متجاہلہ (۱۰) فرقہ واقفہ (۱۱) فرقہ الہامیہ۔

فرقہ خلویہ :- اس گروہ کا عقیدہ ہے کہ خوبصورت عورت اور بے ریش حسین لڑکے جسم کی طرف آنکھ اٹھا کر نظر کرنا حلال ہے۔ یہ لوگ رقص کرتے ہیں اور ان کے مذہب میں بوس و کنار مباح ہے اس قسم کا عقیدہ سراسر کفر ہے۔

فرقہ حالیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ رقص اور تانی بجانا حلال ہے وہ کہتے ہیں کہ شیخ کیلے ایک حالت یا مقام ہے کہ شریعت اس پر حکم نہیں لگاتی۔ اس قسم کا عقیدہ بدعت اور خلاف سنت جناب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہے فرقہ اولیائیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ جب مرتبہ ولایت کو پہنچ جاتا ہے تو تکالیف شرعی اس سے ساقط ہو جاتی ہیں (شریعت اس کو مکلف نہیں) احکام شریعت اس پر نافذ نہیں ہوتے) نیز وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہے کیونکہ نبی کا علم بالواسطہ وحی ہے اور ولی کا علم بغیر واسطہ ہے ایسی تاویل کرنے میں انہوں نے خطائی۔ اس اعتقاد کے باعث وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس قسم کا عقیدہ بھی کفر ہے۔

فرقہ شمرانیتہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ صحبتِ قدیمی ہے اور اس کے سبب اوامر و نواہی ساقط ہو جاتے ہیں۔ دف طنبورا اور دیگر آلاتِ موسیقی اور لہو لعب کو حلال جانتے ہیں اور عورتوں سے کسی طرح کا تمتع جائز نہیں رکھتے۔ یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا خون مُباح ہے۔

فرقہ حبیبیہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ جب مقامِ محبت تک پہنچ جاتا ہے تو شرعی تکالیف اس سے ساقط ہو جاتے ہیں، وہ اپنی شرم گاہوں کو نہیں ڈھانپتے۔

فرقہ حوریتہ :- ان کے عقائد بھی گروہِ حالیہ سے ملتے جلتے ہیں اس کے علاوہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنے حالات (یعنی رقص و وجد کی کیفیت میں حور سے مباشرت (جماع) کرتے ہیں۔ جب ہوش میں آتے ہیں تو غسل کرتے ہیں، ان کا یہ اعتقاد باطل اور ان کی ہلاکت کا موجب ہے۔

فرقہ اباحیہ :- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گریز کرتے ہیں (یعنی نہ تو لوگوں کو اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور نہ ان کو بُرائی سے منع کرتے ہیں) اور حرام کو حلال اور عورتوں کو (ناجائز طور پر) مُباح کرتے ہیں۔

فرقہ مُتجاہلہ :- کاروبار ترک کر کے در بدر مانگتے پھرتے ہیں۔ ظاہرِ طور پر ترکِ دنیا کا دعویٰ کرتے ہیں اور پکار پکار کر اپنی مصائب و مشکلات ذکر کرتے ہیں۔ یہ لوگ اس عقیدہ کے باعث ہلاکت کے گڑھے میں گر گئے۔

فرقہ مُتجاہلہ :- یہ لوگ فساقِ لباس پہنتے ہیں (یعنی ایسا لباس جو فاسق و فاجر پہنتے ہیں) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اور ظالموں کی طرف نہ جھکو (یعنی ان سے میل جول نہ رکھو) تمہیں آگ چھوے گی" اور جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے "جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ بھی اس سے ہے۔"

فرقہ وافقہ :- ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت غیر اللہ کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی واسطے انھوں نے طلب معرفت الہی ترک کر دی۔ اور اس جہالت کے باعث ہلاک ہو گئے۔

فرقہ الہامیہ :- یہ لوگ علم دین کو ترک کرتے ہیں اور سلسلہ درس و تدریس کے بھی مخالف ہیں۔ یعنی لوگوں کو علم دین سیکھنے اور سکھانے سے روکتے ہیں۔ حکماء (یعنی فلسفیوں اور منطقینوں) کی متابعت کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن مجید حجاب ہے اور اشعار کو قرآن طریقت جانتے ہیں انھوں نے اس عقیدہ کی بناء پر قرآن پاک کو چھوڑ دیا اور شعروں کی تعلیم لے کر اپنی اولاد کو بھی نقصان پہنچا یا اور ورد و وظائف ترک کر کے ہلاکت کے گڑھے میں پڑ گئے۔ فقہ باطن میں آیا ہے "اہل سنت والجماعت کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسبب قوت صحبت جناب نبی کریم ﷺ و جیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل جذبہ تھے۔ پھر وہ جذبات کشش و روحانیت منتشر ہو کر مشائخ طریقت تک پہنچے پھر بیشمار سلسلوں میں منقسم ہو گئے۔ اور تدریج کمزور اور ضعیف الاثر ہو گئے۔ بلکہ اکثر سلاسل میں ان روحانی جذبات کا نام و نشان تک نہ رہا اور پیکر بے جان کی طرح رسمی طور پر بے معنی سلسلہ مشائخ باقی رہ گیا۔ پھر ان میں سے بدعتی ٹولے پیدا ہوئے۔ بعض نے اپنے آپ کو سلسلہ قلندر کسی نے سلسلہ حیدریہ اور کسی نے سلسلہ ادھیمیہ اور ان کے علاوہ دوسرے سلسلوں کی طرف منسوب کیا جنکی شرح طویل ہے۔

اہل اجتہاد اور صاحب ارشاد اس زمانے میں قلیل سے بھی کم ہیں (کہیں خال خال نظر آتے ہیں) شاہدین فقہاء کو ان کے ظاہری عمل حق سے اور اہل ارشاد کو ان کے پاک و صاف باطن سے پہچانتے ہیں۔ اہل فقہ استحکام شریعت پر امر و نہی کے

معاملات میں پورے طور پر مستعد ہوتے ہیں اور صاحبِ باطن وہ ہے جس کو راہِ سلوک کا بجشمِ بصیرت ایسا مشاہدہ حاصل ہو کہ وہ اپنے مقتدی یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت (بمناسبت جسمانی اپنے محل میں اور روحانی اپنے محل میں) کے ملین واسطہ بن جائے۔ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت نہیں بن سکتا۔ اس حدیث شریف میں ارادتمند سالکین کی رہنمائی کیلئے ایک اشارہ ہے تاکہ وہ راہِ سلوک میں اندھیرے میں نہ رہیں اور حق و باطل میں تمیز کرنے کیلئے یہ ایسے پاکیزہ نکات اور اشارات ہیں جو ان کے اہل کے سوا کسی دوسرے کی سمجھ میں نہیں آ سکتے۔

چوبیسویں فصل

خاتمہ کے بیان میں

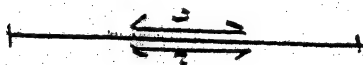
سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ زیرک سمجھ دار اور صاحبِ بصیرت ہو (میساکہ کسی شاعر نے کہا۔ ترجمہ اللہ کے ایسے دانا بندے ہیں جنہوں نے دنیا کو طلاق دے دیا اور اس کی تکالیف سے خوفزدہ ہوئے اور اس کے بھورے میں اعمالِ صالحہ کی کشتی میں سوار ہو گئے) دنیوی امور کا انجام مد نظر رکھے اور ان کے نوال کے بارے میں غور و فکر کرتا رہے۔ احوالِ دنیا کی ظاہری سجاوٹ اور ملاوت کے دھوکے میں نہ آئے۔ اہل تصوف فرماتے ہیں کہ ”احوال کی طرف راہیں ان کے پھیرنے والے کی جانب سے بنائی جاتی ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ”اللہ تعالیٰ کی خفی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے سوائے ان لوگوں کے جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہمیشہ اس سے خائف

ہتے ہیں۔ نیز حدیث قدسی میں فرمایا: پیارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گہنگاروں کو خوشخبری دیجئے کہ میں بخشنے والا ہوں اور صدیقیوں کو ڈرائیے کہ میں غیور ہوں۔ اولیاء کی کرامات اور ان کے احوال برحق میں مگر مکر و استدراج محفوظ نہیں بخلاف معجزات انبیاء علیہم السلام کہ وہ ہمیشہ کیلئے اس بات سے مامون و محفوظ ہوتے ہیں (کرامات میں مکر شیطانی و نفسانی اور استدراج کو دخل ہو سکتا ہے۔ خرق عادات بات جو کافر سے ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں کا اگر مجاہدہ بالنفس اور ریاضت کرتا رہے تو اس میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے۔ نبی علیہ السلام کی خرق عادت کو معجزہ اور ولی کی خرق عادت کو کرامت کہتے ہیں۔ سرکارِ اقدس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ولی یا اس کے معتقدین جسکو کرامت سمجھتے ہوں وہ استدراج ہو کہتے ہیں کہ خرابی انجام کا خرابی انکے نجات کا سبب ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اولیاء اللہ کو بہ سبب خوف الہی مقام علیین تک رسائی ہو جاتی ہے۔ خوف کا اُمید پر غالب ہونا ہی اچھا ہے ایسا نہ ہو کہ بتقاضائے بشریت دھوکا کھا جائے اور کسی ایسی بنا پر اس کا راستہ منقطع ہو جائے جس کا اس کو شعور تک نہ ہو۔ جب تک انسان تندرست ہے خوف کو اُمید پر غالب کرے اور بحالت مرض اُمید خوف پر غالب ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی ہے: اگر مومن کا خوف اور اس کی اُمید

تو لے جائیں تو دونوں وزن میں برابر نکلیں گے لیکن بحالت نزاع اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی اُمید خوف پر غالب ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: تم میں سے کوئی ہرگز نہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے ہوئے اور اس کی آیات رحمت مثلاً وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

اور میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے۔ اور وہی حتمی سَبَقَتْ غَضَبِی (اور میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگی) فَإِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ (بیشک وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے) میں غورو فکر کرتے ہوئے سالک پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے فرار کر کے اس کے لطف و کرم کی طرف اقدام کرے اور فرار پر فرار اختیار کر کے بصد عجز و نیاز خوشاد را مد عرض معروض اور عذر خواہی کرتے ہوئے اس کے باب رحمت پر سر نیاز رکھ کر اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اور اس کے فیضانِ لطف و کرم کی توقع رکھے۔ نیز امیدوار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔ کیونکہ وہ بڑا احسان فرماتے والا، رحمت والا، بہت بخشش کرنے والا، کریم، بادشاہِ قدیم اور سلطانِ عظیم ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝



حضرت غوث اعظم دستگیر کے تصنیفات و تالیفات

- ۱۔ غینۃ الطالبین فقہ حنبلی و خاتمہ "آداب المریدین" پر مشتمل ہے۔ (طبع ہو چکی)
- ۲۔ الفتوح الغیب (۷۸) مقالات ہیں جسے آپ کے فرزند ابو عبد الرحمن نے جمع کیا۔ (")
- ۳۔ الفتح الربانی (۷۲) مجالس ہیں جسے عقیف الدین المبارک نے جمع کیا۔ (")
- ۴۔ الفیوضات الربانیہ [تعلیمات قادریہ پر مشتمل ہے جسے حضرت سید اسماعیل کرامی نے ماثر القادریہ] ابن سید محمد سعید القادر الکیلانی نے جمع کیا۔ (")
- ۵۔ جلاۃ الخاطر (فی الباطن والظاہر) (")
- ۶۔ الیواقیت والحکم (")
- ۷۔ رسالہ غوث الاعظم المعروف رسالہ غوثیہ۔ الہامات ربانی تصوف پر مبنی ہے۔ (")
- ۸۔ مکتوبات غوث الاعظم بنام کنز المعارف۔ (")
- ۹۔ رد الزواغضہ۔ قلمی نسخہ مدرسہ قادریہ بغداد شریف میں موجود ہے (طبع نہیں ہوئی)
- ۱۰۔ تفسیر القرآن الکریم۔ قلمی نسخہ دو جلدوں میں کتب خانہ رشید کرام تریپوٹی مستقر لیبیا میں موجود ہے (")
- ۱۱۔ علم ریاضی سے متعلق نا تمام کتاب۔ قلمی نسخہ کتب خانہ قادریہ بغداد شریف میں موجود ہے (")
- ۱۲۔ بشائر الخیرات۔ الہامی قرآنی درِ عاؤں کا مجموعہ ہے۔
- ۱۳۔ سر الاسرار۔ تصوف پر مبنی ہے۔
- ۱۴۔ مواہب الرحمن
- ۱۵۔ شرح الصلوٰۃ الحمدیہ۔

طبع ہو چکی ہے

" "

" "

غیر مطبوعہ

ضَرِیْمَةُ

تَذْکَرَةُ خَانِدَانِی

حَضْرَتِ شَیْخِ عَبْدِ قَادِرِ جِیْلَانِی

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَارِضًا عَنْہُ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تذکرہ خاندانی

حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

جب بندے کو یہ ادراک ہوتا ہے کہ اس کی چہالت نادانی علمیت پریشانی معرفت حیرانی اور حقیقت فانی ہے تو وہیں ازلی مہربانی ہوتی ہے اُس ذاتِ لاشریک کی جس نے احدیت کو وحدت میں منزوی کیا وحدت کو واحدیت میں مخفی رکھا عناصرِ اربعہ کو واحدیت سے ظاہر کیا اعیانِ ممکنات کو حجابِ اسماء بنایا اسماء کو حجابِ صفات ٹھہرایا صفات کو حجابِ ذات بنایا ۝

اے برہمہ آشکار و برجلہ نہاں در عین عیان مخفی و در خفیہ عیان اندر تو عجیب ماندہ ام اے جانِ جہاں آنی وہم انہی و نہ ایں و نہ ہم آن
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم و عَلٰی
اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم صَلَوةً دَائِمَةً مَّقْبُولَةً
تُوَفِّرُنِي بِهَا عَنَّا حَقَّ الْعَظِيْمَةِ ۝

باسمِ اللہ کنم آغازِ مرحِ شاہِ جیلانی ۝ کہ بر قدسِ درست آمد لباسِ عظم الشان
بغوشِ بود غوثِ عظیمِ ظاہر و باطن بہ قطبیتِ چو اقطبی نہ در اقطابِ ربانی
اندیشہ کو اس بار گاہ میں راہ نہیں عقل اس منزل سے آگاہ نہیں کیوں کہ
یہاں فاسق و جاہلِ عارف و ولی اور سارق و قطع الطریقِ ابدال و

قطب بنے۔ زبان جس کے ذکر سے خیر میں کلام ہوئی اور دل فکر میں محو تمام
 ہوا وہ ذات قدسی خلاصہ خاندان مصطفویٰ، نقادہ دودمان مرتضویٰ
 محو شہود ذات اللہ واقف رموزی مع اللہ، خلیفہ رشید سیدنا حسن
 مجتبیٰ نور دیدہ شہید کریمؑ، رونق دین متین جناب سید المرسلینؐ۔
 پشت و پناہ اُمّت غامّ النبیینؑ، محی السنّت، جامع البیعت، قطب
 الاقطاب فرد الاحباب شیخ شیوخ العالم غوث الاعظم حضرت سیدنا
 و مولانا و مرشدنا شیخ عبدالقادر حسنی حسینی جعفری جیلانی رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ وارضاه عنہا ہے۔

اس اضعف العباد فقیر حقیر سراپا تقصیر و لیکن غلام شہ
 بے نظیر کے پیش نظر یہی تھا کہ آنحضورؐ کے ازواج و اولاد (ذکور
 و اُنات) مع تعداد و اسمائے گرامی کے تعارف کی سعادت حاصل
 کروں کیوں کہ ان کے تفصیلات دستِ برو زمانہ کا شکار ہو چکے تھے۔
 اس سلسلے میں فقیر حقیر نے متقدمین کے مشہور و معروف کئی تصانیف اور
 کئی مخطوطے دیکھے لیکن میرا کُل مقصود ان میں موجود نہیں تھا۔ زمانہ قدیم
 میں اکثر علماء و صلحاء نے آنحضورؐ کے مناقب و حالات و کرامات میں
 مطول و مختصر کتابیں تالیف فرمائیں لیکن اس جانب کسی نے بھی
 کاملاً توجہ نہ فرمائی حتیٰ ایں کہ اُمّ الکتاب بہجتہ الاسرار در حالات آنحضورؐ
 بھی اس باب میں خاطر خواہ روشنی نہ ملی۔ چنانچہ یہی تشنگی اس
 تحقیق کی محرک بنی۔ حجۃ البیضاء میں مذکور ہے کہ دو سو سے زائد تصانیف
 آپ کے نسب کے تعلق سے موجود ہیں لیکن آنحضورؐ کے اہلیت کے
 ذکر سے خالی مشہور ہے کہ حضرت امام عبداللہ الیافعی یمنی نے رضائے اہل حق

تصنیف سے فراغت پائی تو انھیں خیال ہوا کہ یہ کتاب حضور غوث الاعظمؒ کے ذکر سے خالی ہے لہذا ایسے عظیم الشان علمی مرتبت سلطان الاولیاء کے مناقب میں ایک مستقل کتاب لکھی جائے اور اُسے روض الریاحین کا تتمہ لکھایا جائے تاکہ وہ شیخ کے مناقب سے بھی مشرف ہو تو امامؒ نے خلاصۃ المفخر نہایت اہتمام سے تصنیف کی جو روض الریاحین کا تکلمہ ہے لیکن یہاں بھی تشنگی کا سامان فراہم نہ ہو سکا۔ انساب کے کئی نسخے دستیاب ہوئے لیکن آنحضورؐ کے اہلبیت کا مکمل تعارف نہیں ملا۔ نظام الانساب (داخلہ نمبر ۱۶۱۱۶) بشکل مخطوطہ محررہ ۳۱۲ کا اور جلیل میانسکریٹ لائبریری حیدرآباد سے پی میں موجود ہے۔ اس میں آنحضورؐ کے چار ازواج و ۲۵ ذکور و ۱۵ امداد کا ذکر ہے لیکن اس کا مآخذ خرنیتہ الاصفیاء ہے۔ جس میں اختلاف موجود ہے۔ تلاش ہنوز جاری تھی کہ مترجم غنیۃ الطالبین حضرت مولینا مولوی حافظ محمد عبدالعزیز صاحب نقشبندی مجددی مرتضائی لاہوریؒ نے تذکرہ آنحضورؐ میں جو تفصیلات سے آگہی کی پیش ناظرین ہے۔ (مطبوعہ لاہور نمبر ۱۹۵۹ء)

”اُمّنا کہ خاک را بہ نظر کیمیا، کنند“ سگ راہ ولی کنند و مگس را ہما کنند والدین نے عبدالقادر نام رکھا۔ ابو محمد آپ کی کنیت ہے۔ خالق ارض و سماں بزبان خلق آپ کو محی الدین سلطان الاولیاء غوث الاعظم، محبوب سبحانی اور دیگر القابات بہت و مودت سے سرفراز فرمایا جو نہ مستعد میں طبقہ اول میں کسی کو نصیب ہوئے اور نہ معاصرین و متاخرین کو نصیب ہو سکے۔ نسب پداری: شیخ محی الدین عبدالقادر بن ابی صالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ الجلیلی بن یحییٰ الزاہد محمد بن داؤد بن موسیٰ عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن حسن المثنیٰ بن محمد بن

بن امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین
(حجۃ البیضاء) ۲۴۸

نسب مادری :- آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ کنیت
ام الخیر لقب اُمّہ الحیار بنت عبد اللہ الصومعی الحسینی بن جمال الدین محمد
بن سید محمود بن عطاء عبد اللہ بن کمال الدین عیسیٰ بن امام علاء الدین
محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن
امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی
ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغنہم اجمعین۔ (حجۃ البیضاء)
آپ کی دادی کا نام ام سلمہ تھا جو امام محمد کی صاحبزادی تھیں
اور امام محمد کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

”امام محمد بن طلحہ بن امام عبد اللہ بن عبد الرحمن بن امیر المومنین
سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (بہجۃ الاسرار)
آپ کے جد اعلیٰ عبد اللہ المحض کی والدہ ماجدہ نے عبد اللہ سے
نکاح ثانی کیا۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

”عبد اللہ مطرف بن عمرو بن امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ
عنہم اجمعین ہے۔ عبد اللہ مطرف کی والدہ کا نام حفصہ تھا جو امیر المومنین
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبد اللہ کی صاحبزادی
تھیں۔ (بہجۃ الاسرار) (Caspine sea)

طبرستان المعروف گیلان جمیل کیسین یا بحرہ خفہ کے مغربی
کنارے پر ایران کا ایک صوبہ تھا اس کے خاص علاقے کو گیلان یا
گیلان کہتے تھے۔ شیخ ابو الفضل احمد بن شافع کے بموجب اس کے

مطابق ۵۷۵ھ بمقام نبق میں آپ کی ولادت ہوئی تھی۔
 (تاریخ ۲۹ شعبان تھی)۔ اسی مقام نبق میں جو قصبہ بلاد جیلان
 تھا، ایک حسنی خاندان آباد تھا۔ جس کی ذریت پاک سے وہ نور
 ظاہر ہوا جس سے تمام دنیا روشن ہو گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ ایران کا
 سلطان معز الدین ابو الفتح ملک شاہ سلجوقی کا تیسرا بادشاہ
 اور الپ ارسلان کا بیٹا اپنے پورے جاہ و جلال سے حکومت کرتا
 تھا اور بغداد میں المقتدی بامر اللہ خلیفہ وقت اسلامی احکام کے
 اجرا اور بدعات کو مٹانے اور سفت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 احیاء میں دن رات کوشاں تھا اسی زمانے میں سید ابو صالح
 موسیٰ جنگلی دوست کے گھر میں ان کی ساٹھ سالہ زوجہ محترمہ کے
 بطن مبارک سے اس چشمہ ہدایت کا ظہور ہوا جس سے ایک دنیا
 اب تک فیضیاب ہوتی آرہی ہے اور انشاء اللہ تاقیامت ہوتی رہے گی
 آپ کے ایک اور بھائی تھے جن کا نام شیخ ابو احمد عبد اللہ تھا۔ آپ
 لا ولد تھے اور آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ آپ کی کوئی ہمیشہ نہیں تھیں۔
 حلیہ مبارک :- آپ میانہ قد کمزور بدن تھے۔ ابرو باریک
 اور لمبے ہونے لگے تھے۔ سینہ کشادہ، ریش دراز اور گھنی تھی۔ آپ بلند
 آواز اور سکوت پسند تھے۔ آپ کی عمر شریف ۹۱ برس تھی۔ وصال
 ۷۶۲ھ میں ہوا۔

”ازواج مطہرات :- آپ کی چار بیبیاں تھیں۔ (۱) حضرت
 بی بی مدینہ صاحبہ بنت میر محمد (۲) حضرت بی بی محبوبہ صاحبہ (۳)
 حضرت بی بی مومنہ صاحبہ (۴) حضرت بی بی صادقہ صاحبہ بنت محمد شفیع۔

اولاد :- حضرت بی بی مدینہ سے چار فرزند تولد ہوئے۔

(۱) سید سیف الدین (۲) سید شرف الدین (۳) سید علی (۴) سید عبدالرزاق
حضرت بی بی محبوبہ سے آپ کو دس فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) سید یحییٰ (۲) سید ضیاء الدین (۳) سید یوسف (۴) سید عبدالخالق
(۵) سید سیف الرحمن (۶) سید محمد صالح (۷) سید حبیب اللہ
(۸) سید منصور (۹) سید عبد الجبار (۱۰) سید ابوالنصر موسیٰ
حضرت بی بی مومنہ سے سات لڑکے تولد ہوئے۔

(۱) سید محمد (۲) سید عبداللہ (۳) سید ابراہیم (۴) سید عبدالرحمن
(۵) ابوالفضل سید محمد (۶) سید ابوبکر زکریا (۷) سید محمد زاہد
حضرت بی بی صادقہ سے چھ فرزند تولد ہوئے۔

(۱) سید عبدالعزیز (۲) سید تاج الدین (۳) سید عبد الجبار
(۴) سید شمس الدین (۵) سید عبدالوہاب (۶) سید سراج الدین
ان تائیس صاحبزادوں کے علاوہ آپ کی اٹھارہ صاحبزادیاں
بھی تھیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

(۱) عافیہ بی بی (۲) ذاکرہ بی بی (۳) شاہ بی بی (۴) یسین بی بی
(۵) حلیمہ بی بی (۶) خیر النساء بی بی (۷) شاہ عالم بی بی (۸) تاج بی بی
(۹) زاہدہ بی بی (۱۰) زہرہ بی بی (۱۱) جمال بی بی (۱۲) اکبرہ بی بی
(۱۳) ام الفضل بی بی (۱۴) عابدہ بی بی (۱۵) شریفہ بی بی (۱۶) راجی بی بی
(۱۷) خدیجہ بی بی (۱۸) ام الفتح بی بی (۱۹) بحوالہ ترجمہ غنیۃ الطالبین
(۲۰) زوہبہ مطہرہ سے کون کون سی دختران پیدا ہوئیں ہنوز اس کا علم نہیں
مطلب اظہر سے پیدا ہونے والے منجملہ (۳۷) فرزندوں کے صرف ۱۰

مذکورہ سید عبد الجبار اور ذاکرہ بی بی نام دو بائیں اولاد ہیں لہذا ان اسماء کی تحقیق و تصحیح ضروری ہے

فرزندوں سے سلسلہ قادریہ کا فیضان عالی روئے زمین پر جاری ہوا جن کے اسمائے پاک یہ ہیں :-

- (۱) حضرت سید عبدالوہاب (۲) حضرت سید شرف الدین (۳) حضرت سید عبدالرحمن
- (۴) حضرت سید شمس الدین (۵) حضرت سید تاج الدین (۶) حضرت سید اسحاق
- (۷) حضرت ابوالفضل سید محمد (۸) حضرت سید ابوبکر ذکریا (۹) حضرت سید
- ابو نصر مولیٰ (۱۰) حضرت سید عبدالحیاء

یہ فقیر دعویٰ نہیں کرتا کہ متذکرہ بالا تحقیق تنقید و تصحیح سے بالا ہے یا یہ کہ جو کچھ میں نے لکھا وہ حریف آخر ہے۔ علماء و محققین و خاندانہ قادریہ کے بزرگوں کو اس مضمون میں سہو نظر آئے تو ازراہ عفو و درگزر فرمائیں اور اصلاح کر لیں۔ بلا کسی تحقیق کے معترض ہو کر اپنے کو

وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا... الخ (حجرات ۲۶۲) کے زمرے میں خود کو شامل کر کے اپنے حسنات کو نیات سے نہ بدل ڈالیں وَالسَّلَامُ عَلٰی سَائِرِ الْمُرْسَلِیْنَ

”ہر کس عن سلام شاہی و مملوک صاحبی ست

حافظ کینہ بندہ سلطان کمشورم“

حقیر بندہ اکمل الرحال و الشمس لا یرال

فقیر مہربان علی اقبال حسابی

غفر اللہ وستر اللہ عنوہ

تاریخی قطعہ عقیدت

۸۹ ۱۹ ۶

بہ سلسلہ اشاعت نور عرفان سرالاسرار کتاب ہدایت
۱۴۱۰ھ

حضرت الشیخ عبدالقادر الحسینی الحنفی الجیلانی رضی اللہ عنہ
دینِ مبیں کی دولت ہے دولتِ تصوف اہلِ نظر کے دل میں ہے رفعتِ تصوف
سرمایہٴ دو عالم علمِ لدن کا مخزن ہے افتخارِ آدم یا بہجتِ تصوف
گنجینہٴ حقائق ایمان کی جاودانی تفسیر رمزِ احساں ہے عظمتِ تصوف
سرکارِ غوثِ اعظم سراجِ اولیاء فرمایا آشکارا یوں قدرتِ تصوف
الہام کی زبیاں ہے برکت کا معاملہ بھی گویا ہے دل نشین ہے یہ وسعتِ تصوف
غوثِ اوری کے صدقے کی ہے جو جی حسن محمود ہے پائی کیا خلعتِ تصوف
افکار و آگہی کے قرب و شرف کا عنوان اقبال کا خزمینہ ہے عزتِ تصوف
تلقینِ ظاہری کے یا فیضِ باطنی کے انوار دیدنی ہیں صد زینتِ تصوف

تاریخ طبع ثانی اس کی عقلِ کبدر
آئینہٴ صحیفہ ہے نعمتِ تصوف

۱۴۱۰ھ

منجانب ڈاکٹر عقیل ہاشمی - ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (عثمانیہ)
اردو ریڈر کالج آف سوشل سائنس عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد۔

معارف اسلامیہ ٹرسٹ حیدرآباد - رجسٹرڈ نمبر ۲۲۱۸

آج کے پُر آشوب دور میں ملت اسلامیہ خصوصاً نوجوان نسل جس خلفشار کا شکار ہے اسکا اصل سبب قرآن و حدیث کی تعلیمات سے دوری کے سوا کچھ اور نہیں۔ مشرقی طرز تمدن پر مغربیت کے رجحانات کی اثر اندازی سے جو منفی نتائج برآمد ہوئے ہیں اور پورے ہیں ان سے مسلمان بھی بچ نہ سکے۔ اس پر دینی تعلیم اور اسلاف کی پاکیزہ طرز زندگی سے نا بلدی نے انھیں کہیں کا نہ رکھا۔ اس پُر فتن دور میں اس بات کی شدید ضرورت تھی مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ ساتھ انکے اسلاف کی علمی اور اخلاقی بلندیوں بھی روشناس کیا جائے جس کے ذریعہ نہ صرف انکے علمی اثاثے میں اضافہ ہو بلکہ وہ ان پر عمل کر کے خود بھی انہیں خوبوں کے قافلے ہو جائیں۔ یہی وہ بنیادی مقصد تھا جس کے پیش نظر معارف اسلامیہ ٹرسٹ کا قیام عمل میں آیا۔ چنانچہ ٹرسٹ کے جو بنیادی اغراض و مقاصد طے پائے تھے ان میں اسلامی تمدن اور طریقہ کو قابل قدر مصنفین کی تصانیف کے ذریعہ عام کرنا، نایاب مخطوطات اور اشاعت اسلامی کی اشاعت، اسلامی خدمات میں نمایاں مقام رکھنے والی شخصیتوں کی سوانح حیات کی اشاعت اور دیگر نہ باتوں میں تحریر کردہ نایاب کتب کا اردو میں ترجمہ اور اشاعت شامل تھے۔ الحمد للہ کہ ٹرسٹ نے بائی ٹرسٹ حضرت مولانا ابو الفضل سیّد محمود قادری سابق سیشن جج کی قیادت اور ارکان ٹرسٹ کے تعاون سے گزشتہ پانچ سال سے اپنی یہ خدمات پوری کامیابی سے انجام دی ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی انجام دیتا رہے گا۔ ٹرسٹ کے سارے مصارف شائع شدہ کتب کی یکاسی اور اصحاب خیر کے عطایا کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔ اس لئے تمام اصحاب شہادت اس کا رخیہ ہیں اپنی حسب استطاعت حصہ لینے اور عامۃ المسلمین سے ٹرسٹ کی شائع کردہ کتب کی خریدی کے ذریعہ اس کا رخیہ کو جاری رکھنے میں معاونت کی اپیل کی جاتی ہے۔

سیّد وحید القادری عارف بی بی سی (عثمانیہ) بی بی سی (بیوری ہنری)

معارفِ اسلامیہ ٹرسٹ کی مطبوعات

- ۸- مشکوٰۃ النبوة :- تصنیف حضرت سید شاہ غلام علی قادری و موسوی (اردو ترجمہ)
جلد اول - ۲۰ روپے، جلد دوم - ۲۰ روپے، جلد سوم - ۱۵ روپے، جلد پنجم - ۲۰ روپے
جلد ششم - ۲۵ روپے، جلد ہفتم - ۲۲ روپے، جلد ہشتم - ۳۰ روپے
- ۹- ظہورِ نور (نیا میلاد نامہ) تالیف مولانا سید مناظر حسن گیلانی مرحوم ہدیہ - ۱۰ روپے
- ۱۰- فضائلِ مصطفیٰ: تالیف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری " - ۱۲/۱۰
- ۱۱- مسلکِ دیوبند (اکابرینِ دیوبند کی نگارشات کے آئینہ میں) " - ۷/۱۰
- ۱۲- کلامِ عارف (معتمد کرم اہداد) تالیف سید وحید القادری " - ۵/۱۰
- ۱۳- اسلام کا عالمگیر پیام (بزبان انگریزی) تالیف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری " - ۱۲/۱۰
- ۱۴- فردوس (منتخبہ نعتیہ کلام بزبان فارسی وارد) مولانا ابوالفضل سید محمود قادری " - ۱۰/۱۰
- ۱۵- علمِ غیب: تالیف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری " - ۲۰/۱۰
- ۱۶- مسدساتِ اشرف: مفتی اشرف علی اشرف خلیف اکبر حضرت شائق " - ۲۰/۵۰
- ۱۷- فیصلہ ہفت مسئلہ (اشاعتِ ثانی) (عس وروجہ و فاتحہ جماعت ثانیہ) مکان کذبِ حبیب کے مسائل پر حضرت حاجی امجد اللہ مہاجر مکی کا فتویٰ " - ۲/۱۰
- ۱۸- استعانت: تالیف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری " - ۱۸/۱۰
- ۱۹- رشحاتِ قدسیہ (منظوم عربی کلام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی) مع ترجمہ تشریح و حل اللغات (ہدین) " - ۳۰/۱۰
- ۲۰- بشائر الخیرات (الہامی قرآنی درودوں کا مجموعہ) تالیف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی " - ۷/۱۰
- ۲۱- اسلامیات (رسالہ دینیات جماعت اول تا چہارم) حصہ " - ۸/۵۰
- ۲۲- دین کے دو بھائی دنیا کے دو بھائی: تالیف مناظر حسن گیلانی مرحوم " - ۲۰/۱۰
- ۲۳- مکتبہ المعارف: فارسی کتب و بات غوث اعظم مع اردو ترجمہ " - ۶/۱۰
- ۲۴- سرالاسرار: تصنیف حضرت سید عبدالقادر جیلانی (اشاعتِ ثانی) " - ۱۰/۱۰
- ۲۵- گیلان کی انقلاب انگیز شخصیت: تالیف ابوالفضل سید محمود قادری، زیر طبع